Samuel M. Zwemer (1867-1952)

شانِ صلیب

The
Glory of the Cross

The Glory of the Cross

By
Rev.S.M.Zwemer

شانِ صلیب

مصنفہ

علامہ ایس۔ایم سیموئیل زویمر صاحب

1928

Urdu

August.19.2005

www.muhammadanism.org

فہرستِ مضامین

چونکہ خدا ایک ہے لہذا انجیل بھی ایک ہے۔ اگر خدا نے واقعی مسیح کے وسیلہ سے کوئی ایسا کام کیا ہے۔ جس پر دنیا کی نجات منحصر ہے اوراگر اُس نے اُسے ظاہر بھی کردیا ہے توپھر مسیحیوں پر فرض ہے کہ ہر ایک ایسی شے کو دُورکریں جو اُسے بگاڑتی۔ اُس کی تردید کرتی اوراُس کو نظر اندازکرتی ہے۔ وہ جو اس خوش خبری میں بگاڑپیدا کرتا ہے خدا اورانسان کا بدترین دشمن ہے ۔ گلتیوں ۱: ۸۔ کے سخت وتُند الفاظ پر پولوس کی شد خوئی اوراُس کی تنگ خیالی کا نتیجہ نہ تھے۔ بلکہ اُن کا سبب خدا کی وہ غیرت ہے جو مسیح کے خون سے نجات یافتہ روح میں نجات دہندہ کے لئے ویسی ہی غیرت کی آگ مشتعل کردیتی ہے۔ اس قسم کی غیر رواداری دینِ حقہ کا ایک ضروری عنصر ہے اوران معانی میں غیر رواداری کی فہم کی مثنیٰ ہے۔

باب اوّل

"سب سے پہلے مسیح مصلوب ہوا"

مقدس پولوس کرنتھیوں کی کلیسیا کے پہلے خط میں یوں رقم طراز ہے:

" میں نے سب سے پہلے تم کو وہی بات پہنچادی جو مجھے پہنچی تھی کہ مسیح کتابِ مقدس کے بموجب ہمارے گناہوں کے لئے موا۔ غوروتوجہ سے مطالعہ کرنے والا قرینہ سے معلوم کرے گا (جیسے ڈاکٹرمافٹ نے اپنے ترجمہ میں بخوبی ظاہرکردیا ہے) یہ حقیقت پولوس رسول کے پیغام کا لبِ لباب۔ اُس کی تعلیم کا مرکزاوراس کی خوشخبری کا خاص موضوع تھی۔اس کے ترجمہ میں "خوشخبری" کا لفظ چارمرتبہ استعمال کیا گیا ہے تاکہ اُس بشارت کے معانی کو روشن کرے۔ پولوس رسول فرماتا ہے کہ اُس نے یہ خوشخبری فقط قدیمی کلیسیا کے شرکاء سے نہ سنی تھی۔ بلکہ اُس کا الہام اُس پر براہِ راست ہوا۔(گلتیوں ۱: ۱۵تا ۱۹)۔ پس کلیسیا اور خود مقدس پولوس کا یہ اعتقاد تھا کہ مسیح کا ہمارے گناہوں کے لئے اپنی جان دینا مسیحی دین کی اصل بنیاد ہے۔ پولوس رسول نے مسیح کی موت کے بعد سات سال کے عرصہ کے اندرہی اندراس حقیقت کا احساس کیا ہوگا۔ اوراس کی منادی کی ہوگی۔ بلکہ بعض بیانات کے مطابق توشاید اس سے بھی پیشتر۔

جس یونانی لفظ کا ترجمہ" سب سے پہلے" کیا گیا ہے اس کا مطلب" ابتدا میں" یا تمام سچائی کا شروع" بھی کیا جاسکتا ہے۔ یہی الفاظ سیپٹواجنٹ میں بھی مستعمل ہیں۔جہاں یعقوب نے دولونڈیوں اوراُن کے بیٹوں کو" سب سے آگے" رکھا(پیدائش ۲۳: ۲)۔ اوراس مقام پربھی جہاں داؤد نے اُس شخص کےلئے بھاری انعام کا وعدہ کیا جو یبوسیوں کو" سب سے پہلے" مارے (۲سیموئیل ۵: ۸)۔

مقدس پولوس کے نزدیک مسیح کی صلیبی موت سب سے اہم ترین واقعہ ۔ اُس کے ایمان کا سب سے افضل وگرانقدر عقیدہ اوراُس کا بنیادی اصول ہے اورسچائی کی ہیکل کے محراب کا درمیانی پتھراورکونے کے سرے کا پتھر ہے۔ اس امرکی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ کتبِ مقدسہ پیغام رسل اورجملہ

کلیسیاؤں میں ہر دوساکریمنٹوں کے اداکرنے کے قواعد وقوانین اورپرانے اورنئے گیتوں کی کتاب میں اس حقیقت کو سب سے افضل واعلیٰ ترین جگہ حاصل ہے۔ اس حقیقت کے اس قدرت ثبوت موجود ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ صلیب مسیحیت کا فقط عالمگیر نشان ہی نہیں بلکہ لا ریب اورپرزُورکلام ہے جو دودھاری تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ کیونکہ فقط صلیب یہی ہے جو لوگوں کو گناہ سے قائل کرسکتی ہے۔ صلیب کے پاس آکر ہم مسیح کے چہرے کے جلوئے میں اپنے پوشیدہ گناہوں کو دیکھ سکتے ہیں جس کی آنکھ آگ کے شعلہ کی مانند روشن ہیں۔ ذراآپ غورتوجہ سے سنئیے کہ بشپ لینسی لاٹ اینڈریوز اپنی شخصی عبادت کے وقت صلیب کے پاس آکرکس رقت اوردل سوزی کے ساتھ اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتا ہے:

" اے توکہ جس نے اپنے جلالی سرکومیری خاطر زخمی کیا جانا گوارا کیا۔جو گناہ میرے سرکے حواس کے ذریعہ سے سرزد ہوئے ہیں۔ اُنہیں اپنے اُس مبارک سرکی خاطر معاف فرما"۔

" اے توکہ جس نے اپنے پاک ہاتھوں کا میری خاطر زخمی کیاجانا قبول کیا۔ جو گناہ میرے ان ہاتھوں سے ناپاک اشیاء کو چھونے سے سرزد ہوئے ہیں انہیں اپنے پاک ہاتھوں کی خاطر بخش دے"۔

" اے توکہ جس نے اپنی قیمتی اور مقدس پہلو میں بھالاکھانا میری خاطر منظورکیا۔ میرے تمام گناہ جو نفسانی خواہشات اورخیالات کے ذریعہ سے سرزد ہوئے ہیں اُسی اپنے زخمی پہلوکی خاطرمعاف فرما"۔

" اے توکہ جس نے اپنے مبارک پاؤں کا میری خاطر توڑا جانا گوارا کیا جو گناہ میرے پاؤں کے بدی کی جانب تیز رفتاری سے جانے کے باعث سرزد ہوئے ہیں اُنہیں اپنے اُن پاک پاؤں کی خاطرمعاف فرما"۔

" اے توکہ جس نے اپنے تمام بدن کا میری خاطر گھائل کیا جانا قبول کیا۔ جو گناہ میرے اعضا سے سرزد ہوئے ہیں اُنہیں اپنے اُس جسم اطہرکی خاطرمعاف فرما"۔

"اے میرے خدا! میری روح نہایت ہی زخمی اوربے حال ہے۔ تو میرے زخموں کی زیادتی اوراُن کے طول وعرض اوراُن کی گہرائی پر نظر کی اوراپنے زخموں کی خاطر میرے زخموں کا اندمال کر"۔

مسیح کی صلیب خدا کا وہ زبردست نور ہے جو خدا کی محبت اورانسان کے گناہ کو۔ خدا کی قدرت اورانسان کی عاجزی کو۔خدا کی پاکیزگی اورانسان کی نجاست کو ظاہر کرتا ہے۔ جس طرح عہدِ عتیق میں مذبح اور قربانی" سب سے پہلے" ہیں۔ اسی طرح صلیب اورکفارہ عہدجدید میں " سب سے پہلے" ہیں۔ جس طرح دائرہ کے ہرایک نقطہ سے مرکز کی جانب ایک خطِ مستقیم کھینچا جاسکتا ہے۔ بعینہ عہدِ عتیق وعہدجدید کے عقائد وتعلیم نجات اورتمام ایسی اشیاء جواُن سے متعلق ہیں۔ مثلاً ایک نیادل ۔ ایک نئی جماعت اورایک نیاآسمان کے وسیع دائرے سے ایک خطِ مستقیم مرکز کی جانب کھینچا جاسکتا ہے۔ یعنی اُس برہ کی جانب جوبنائے عالم سے پہلے ذبح کیا گیا۔

ذرا غورکیجئے کہ عہدِ جدید میں مسیح کی صلیبی موت کے بیان کو کیسی اہمیت حاصل ہے۔ یہ بیان تین مختصر خطوط کے سوا انجیل جلیل کی تمام کتُب میں مرقوم ہے۔ یعنی صرف فلیمون اوریوحنا کےدوسرے اور تیسرے خطوط میں اس کا ذکر نہیں۔ اجمالی اناجیل مسیح کی تعلیم اوراُس کی زندگی کے اس پہلو پر بمقابلہ دیگرپہلوؤں کے کہیں زیادہ زوردیتی ہیں۔ مقدس متی (اُن مقامات کے علاوہ جہاں مسیح کی موت کی پیشین گوئی کی گئی ہے) اس افسوس ناک اوراندوہ ناک بیان کو دوطول طویل ابواب میں تحریر کرتا ہے جن کی آیات شمارمیں ایک سو اکتالیس ۱۴۱ ہیں۔ مقدس مرقس اس کو ۱۱۹آیات میں بیان کرتا ہے۔ یعنی ۱۶سولہ ابواب کی کتاب میں سے دو بڑے ابواب میں۔ مقدس لوقا نے بھی مسیح کی گرفتاری اوراس کی صلیبی موت کے بیان کے لئے دو بڑے ابواب وقف کردئیے ہیں۔ مقدس یوحنا کی کتاب کا نصف سے زیادہ حصہ مسیح کے دکھ اٹھانے اورصلیب پر کھینچ جانے کے حال سے پُر ہے۔

اعمال کی کتاب میں منادی اوربشارت کا مرکز مسیح کی موت اوراس کا زندہ ہونا ہے" یہی خوشخبری" ہے" اس نے اپنے دکھ سہنے کے بعد اپنے آپ کو ظاہر کیا"(اعمال۱: ۳) پینتکوست کے دن مقدس پطرس کے وعظ کا لبِ لباب یہ تھاکہ" جب وہ خدا کے مقررہ انتظام اورعلم سابق کے موافق پکڑوایا گیا تو تم نے بے شرع لوگوں کے ہاتھ سے اسے صلیب دلواکر مارڈالا"۔

" خدا نے اسی یسوع کو جسے تم نے صلیب دی خداوند بھی کیا اور مسیح بھی"(اعمال۲: ۳۶) پھر ہیکل میں بھی پطرس

وہی پیغام دیتا ہے۔ " تم نے درخواست کی کہ ایک خونی تمہاری خاطر چھوڑا جائے مگر زندگی کے مالک کو قتل کیا"۔ پطرس کا دعویٰ یہ تھاکہ" خدا نے سب نبیوں کی زبانی پیشتر خبردی تھی کہ اس کا مسیح دکھ اٹھائے گا"لیکن " خدا نے اپنے خادم کو اٹھاکر پہلے تمہارے پاس بھیجا۔ تاکہ تم میں سے ہر ایک کو اس کی بدیوں سے پھیر کر برکت دے"(اعمال ۳: ۱۸، ۲۶ دوسرے دن پھر اس نے اُسی مضمون پر وعظ کیا یعنی" یسوع ناصری جسے تم نے صلیب دی"(اعمال ۴: ۱۰)۔ کلیسیائے سابق کی پہلی رسمی دعامیں" تیرے صادق بندے یسوع" کی موت اوراس کے دکھ اٹھانے کا حوالہ ہے(اعمال۴: ۲۷) ایسے پیغام کا نتیجہ ایسے صریح الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے جن سے اُس کے مطلب اورمعانی کے متعلق کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا۔ یعنی" تم نے تمام یروشلیم میں اپنی تعلیم پھیلادی اوراس شخص کا خون ہماری گردن پر رکھنا چاہتے ہو"(اعمال ۵: ۲۸) رسولوں نے اس کے جواب میں یوں فرمایا " جسے تم نے صلیب پر لٹکا کر مارڈالا تھا۔ اُسی کو خدا نے مالک اورمنجئی ٹھہرا کر اپنے دہنے ہاتھ سے سر بلند کیا"۔۔۔۔۔ استفنس کی تقریر کا خلاصہ مسیح کی صلیبی موت کا بیان تھا جس کا نتیجہ اس کی شہادت ہوئی (اعمال۷: ۵۱تا ۵۴) فلپس نے اپنی زبان کھول کر حبشی خوجہ کو یسعیاہ نبی کے ۵۳ باب میں سے یسوع کی موت کی خوشخبری دی(اعمال۸: ۳۵) کرنیلیس کو بھی اُسی کا پیغام پہنچایاگیا۔ " جسے انہوں نے صلیب پر لٹکا کر مار ڈالا۔ اُس کو خدا نے تیسرے دن جلایا اور ظاہر بھی کردیا"۔ (اعمال ۱۰: ۴۰) مقدس پولوس نے انطاکیہ میں وعظ کرتے ہوئے خداوند مسیح کی خبرمندرجہ ذیل الفاظ میں دی" انہوں نے پیلاطس سے اُس کے قتل کی درخواست کی اورجو کچھ اُس کے حق میں لکھا تھا جب اس کو تمام کرچکے تو اسے صلیب پر سے اتار کر قبر میں رکھا۔ لیکن خدا نے اُسے مردوں میں سے جلایا"(اعمال ۱۳: ۲۸تا ۲۹)۔ تھسلنیکئے میں پولوس متواتر تین سبتوں تک کتابِ مقدس کے حوالے دے کر اُن کے ساتھ بحث کرتا رہا۔ اور دلیلیں پیش کرتا رہا کہ " مسیح کو دکھ اٹھانا اورمردوں میں سے جی اٹھنا ضرورتھا"(اعمال ۱۷: ۳)۔

اتھنے میں پولوس نے مسیح کی موت اوراُس کے جی اٹھنے کی منادی کی ۔ (اعمال ۱۷: ۳۱) کرنتھس میں پولوس نے یہ ارادہ کرلیا تھاکہ اُن کے درمیان یسوع مسیح بلکہ مسیح مصلوب کے

سوا اورکچھ نہ جانوں گا"۔ مسیح وہ " عزیز" ہے جس کے ذریعہ سے " ہم کو اس کے خون کے وسیلے سے مخلصی یعنی قصوروں کی معافی ۔۔ حاصل ہے"۔ یہ زمانوں کا بھید اورخدا کی چند درچند اور گونا گون حکمت ہے۔ جو ریاستوں اورحکومتوں اوراختیارات پر کلیسیا کے ذریعہ سے ظاہر ہوئی۔ پولوس رسول ہمیں رو رو کربتاتا ہے کہ وہ جو" مسیح کی صلیب کے دشمن ہیں" وہ اپنی شرم کی باتوں پر فخر کرتے ہیں اوراُن کا انجام ہلاکت ہے۔ سب باتوں میں مسیح کا اوّل درجہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ " وہ اپنے اُس خون کے سبب سے جو صلیب پر بہا"۔ ہمارے گناہوں کی معافی اور ہماری نجات ہے۔(کلسیوں ۱: ۱۸) صلیب دنیا اوراُس کی تاریخ کا مرکز ہے۔ وہ وقت ضرورآئے گا جب خدا اُس کے خون کے سبب سے جو صلیب پر بہا سب چیزوں کا اپنے ساتھ میل کرے گا خواہ وہ زمین کی ہوں ۔ خواہ آسمان کی (کلسیوں۱: ۲)۔

عبرانیوں کے خطوط میں مسیح (جو خود کاہن، قربانی اورقربانگاہ ہے) کی موت کا ایسا واضح اورروشن بیان پایا جاتا ہے کہ حوالے پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ ایک ایسا اعلیٰ سردارکاہن ہے جو زمانوں کے آخر میں " ایک بارظاہر ہوا۔ تاکہ اپنے آپ کو قربان کرنے سے گناہ کو مٹادے"۔ مسیح کا خون عہد کا خون ہے۔ مسیح ہمارے ایمان کا بانی اوراُس کا کامل کرنے والا ہے۔ کیونکہ اُس نے صلیب پر دکھ اٹھایا۔ اُس کا چھڑکاؤ کا خون ہابل کے خون کی نسبت زیادہ بہترباتیں کہتا ہے۔ وہ ایک ازلی عہد کا خون ہے جواُس بزرگ چرواہے نے اپنی بھیڑوں کے لئے بہایا۔

مقدس پطرس کے خطوط میں اُس کی ابتدا تعلیم کی صدا گوبختی ہوئی سنادیتی ہے اور وہ مسیح کے دکھ اٹھانے کے حوالوں سے بھرپور ہے"۔ وہ آپ ہمارے گناہوں کو اپنے بدن پر لئے ہوئے صلیب پر چڑھ گیا۔۔ اوراس کے مارکھانے سے تم نے شفا پائی " (۱۔پطرس ۲: ۲۴)۔

آخر میں جب ہم مقدس یوحنا کے خطوط اورمکاشفات تک پہنچتے ہیں توہم کو معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بھی صلیب کو سب سے اعلیٰ اور افضل درجہ حاصل ہے۔ اُس کے ذریعہ سے مسیح " ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے اور نہ صرف ہمارے گناہوں کا بلکہ تمام دنیا کے گناہوں کا بھی"اس نے ہمارے واسطے اپنی جان دی اورہم پر بھی بھائیوں کےواسطے جان دینی فرض ہے"۔ جس نے اپنے خون کے وسیلہ سے ہم کوگناہوں سے

خلاصی بخشی۔۔۔اُس کا جلال اورسلطنت ابدآلاباد رہے"۔ دیکھو وہ بادلوں کے ساتھ آنے والا ہے اور ہرایک آنکھ اُسے دیکھیگی اورجنہوں نے اُسے چھیدا تھا۔ وہ بھی دیکھینگے۔

ان دونوں ساکریمنٹوں میں جو مشرقی اور مغربی ہر دوکلیسیاؤں میں مقبول ہیں اس امر کے متعلق صاف وصریح اشارات موجود ہیں کہ مسیح کی موت ہمارے گناہوں کےلئے لازمی تھی یہ نہ صرف اُن قوانین اوراُس تعلیم سے ظاہر ہوتا ہے جو انجیل شریف میں اُن کے متعلق درج ہے بلکہ ان مختلف آداب نماز سے بھی عیاں ہے جو اُن سے علاقہ رکھتے ہیں یہاں بھی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ" سب سے پہلے" وہ مسیح کی موت اورکفارہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ بپتسمہ اوراصطباغ مسیحی کلیسیا میں شامل ہونے کی ایک رسم ہے۔ عہدِ جدید میں غیر اصطباغ یافتہ مسیحیوں کا ذکر کہیں نہیں پایا جاتا اوراُن اولین مسیحیوں کو بخوبی معلوم تھاکہ مقدس پولوس کی کیا مراد تھی۔ جب اُس نے فرمایا "جتنوں نے ۔۔۔ بپتسمہ لیا تو اس کی موت میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا"۔ وہ اس سے خوب واقف تھے کہ گناہوں کی معافی اوراصطباغ اوراُس آب اورخون میں بہت قریبی مناسبت اور تعلق تھا جو مسیح کے زخمی پہلو سے بہے تھے۔ دونوں ساکریمنٹوں کی مراد یہ تھی کہ انجیل کا پیغام صحیح علامات ونشانات کے ذریعہ سے پہنچایا جائے۔ جب تک وہ کلیسیا میں موجودرہیں گی توباوجود اُن رسوم اورتوہمات کے جن کا اضافہ ان پر کیا گیا ہے وہ ہمیشہ مسیح کی موت کی نجات بخش تاثیر۔ اس کی طبعی راستی،اُس کی ضرورت اوراس کی مرکزی خاصیت کی شہادت دیتی رہیں گی۔ ابتدائی کلیسیا کے شرکاء" روٹی توڑنے میں مشغول رہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے وہ مسیح کی موت اوراس کے خون کے سبب گناہوں کی معافی کا اظہار کرنا چاہتے تھے۔ یہ جسم اورخون کی شراکت (۱کرنتھیوں ۱۰: ۱۶) اُس کی روح میں شریک ہونا(۱کرنتھیوں ۱۲: ۱۳) گناہوں کی معافی(متی ۲۶: ۲۸) قرض کی دستاویز مٹاڈالنا۔(کلسیوں ۲: ۱۴) اوردلوں کو مُردہ کاموں سے پاک کرنا ہے(عبرانیوں ۹: ۱۴) اُسی نے ابتدائی کلیسیا اوراس کے مابعد کی کلیسیاؤں کے لئے روٹی توڑنے کو انیس صدیوں تک اس قدرگراں بہااوراہم بنادیا۔

جب ہم رسمیات سے غزلیات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو وہاں بھی ہم اس کی تصدیق پاتے ہیں۔ اگرہم ابتدائی لاطینی

اوریونانی غزلوں اورارمنی اور قبطی کلیسیاؤں بلکہ اس کے علاوہ اصلاح دین کے زمانہ کی کلیسیاؤں کے گیتوں کو دیکھیں تو معلوم ہوجائے گا کہ وہاں صلیب کو سب سے افضل اور اعلیٰ درجہ حاصل ہے۔ اورہمارے خداوند کی موت اور روحوں کو تحریک دینے والی ہے۔ ہم کلیسیا کے گیتوں میں وہ یگانگی پاتے ہیں اور الہیات کے اس عمق کا ملاحظہ کرتے ہیں جو بعض اوقات ہمیں عقائد میں بھی نظرنہیں آتا۔

" ذبح کیاہوا برہ ہی قدرت اوردولت اورحکمت اورطاقت اورعزت اورتمجید اورحمد کے لائق ہے"۔ برہ تخت کے درمیان ہے۔ ہرایک مخلوق ہلیلویاہ کے نعرے بلند کرنے میں مشغول ہوتی ہے۔ ہرایک سرزمین اورہرایک ملک کے بچے مختلف زبانوں میں نہایت خوش الحانی سے انجیل کی مرکزی تعلیم کے گیت گاتے ہیں"۔

یسوع مجھ کوکرتا پیار	مجھ پرہوا جان نثار
وہ گناہ مٹاتا ہے	بچوں کوبلاتا ہے

کلیسیا کے گیتوں اورغزلوں کا زیادہ ترحصہ مسیح کی موت کے بیان سے متعلق ہے یا صلیب پر مسیح کے کفارہ ہونے کے خیال کو ظاہرکرتا ہے۔کون اس خوب صورت گیت کے الفاظ کو (انگریزی کا حوالہ دینا ہے) بھول سکتا ہے جو مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوچکا ہے یا کون ہے جس نے جرمن مسیحیوں کو یہ گیت ایک مرتبہ گاتے سناہو اوراس کے سروں کی دلسوزی اور دل گدازی کو بھول جائے۔ اسی مضمون کا ایک اور گیت (انگریزی) ہے جولاطینی زبان میں ہے۔ لیکن وہ فقط لاطینی کلیسیا ہی کی ملکیت نہیں بلکہ تمام ایمان داروں کو مریم کے ہمراہ مسیح کی صلیب کے پاس آتے ہیں۔ اسی قسم کے یہ گیت ہیں۔

" میں جیسا ہوں ، نہ عذرکر" صلیب پر جب میں کروں دھیان"ایک چشمہ شافی جاری ہے اور" یسوع تو ہے میری آس" ۔

وغیرہ وغیرہ سب کے سب جن سے قریباً تمام مسیحی جماعت واقف ہے۔ مسیحی کی موت کے بیان سے متعلق ہیں۔ اسی طرح کے اَورگیت بھی ہیں مثلاً

داغ دل کے دھوئے کون	لہو جوکرُوس سے جاری" اور
" خالی ہاتھ میں آتاہوں	کرُوس پرتکیہ کرتاہوں
ننگاہوں فقیربدحال	مجھ ناچارکوکرنہال

دے تومجھے صاف پوشاک کرتومیرے دل کو پاک"

اگر عیسیٰ ناصری ہمارے ایمان کے مطابق ابن اللہ اور ہمارا منجئی ہونے کے برعکس فقط ایک انسان ہی ہوتا توبھی اس کی ہولناک موت تاریخِ انسانی میں ایک سب سے اہم واقعہ ہوتی اس کے مصلوب ہونے اوردکھ اٹھانے کے متعلق اُس کے ہم عصروں کے بیانات کی کثرت۔ نظامِ قدرت میں خوفناک اورعجیب واقعات کا ظہورمیں آنا۔ صلیب پر کے ہفت کلمات اوردیکھنے والوں اورازمنہ واقوام عالم پر اُس کا حیرت انگیز اثر یہ سب کے سب اس کی عالم گیر اہمیت کا ایک بین اور زبردست ثبوت ہیں۔ چاہیے کہ ہم اُس کی اہمیت کواُس سے جدا نہ کریں۔ مسیح کی زندگی کا سب سے اعلیٰ اورافضل واقعہ ہمارے گناہوں کےلئے اسکا صلیب پر مارا جانا تھا۔ جمیس ڈینی کے مندرجہ ذیل الفاظ اُس کی اہمیت کویوں ظاہرکرتے ہیں:۔

"اگر کفارہ کا مطلب اس کی مختلف تعریفوں کےعلاوہ انسان کے نزدیک کچھ بھی معنی رکھتاہے تو فی الحقیقت وہی سب کچھ ہے۔ وہ تمام حقیقتوں میں سب سے اعلیٰ اورافضل ہے اورتمام باتوں کا موجد ہے۔ وہ سب سے زیادہ ہمارے ذہن میں خدا کا، انسان کا تاریخ کا حتیٰ کہ قدرت کا تصورپیدا کرتا ہے۔ وہ اُن کا تعین کرتا ہے کیونکہ ہمیں ایسی ترکیب اورترتیب سے اُن کی تخصیص کرنی ہے۔ کہ اُن میں باہمی مطابقت اورموافقت پائی جائے۔ وہ ہمارے تمام خیالات کو تحریک دینے والا ہے اورآخرکار مصیبت اورغم کے وقت چارہ جوئی کرنے میں ہماری ہدایت وراہنمائی کرتاہے۔کفارہ ایک ایسی حقیقت ہے جس میں باہمی سمجھوتہ کی مطلقاً گنجائش نہیں پس انسانی عقل خواہ زمانہ سابق کی خواہ دورِحاضرہ کی ہو ہر دور کے لئے مسیحیت کی کشش یا اُس کی شکست دونوں اسی ایک نقطہ پر مرکوز ہیں۔ مسیح کی صلیب یا توانسان کی عظمت یاآخرکاراس کی گمراہی کا باعث ٹھہرتی ہے"۔

مسیحی مذہب فقط ایک دماغی یاعقلی تصوررہی نہیں بلکہ انسانی زندگی سے متعلق ہے"۔ اورراست بازایمان سے جیتا رہیگا"۔ لیکن یہ خالی ازفائدہ نہ ہوگا۔ ان وابستہ حالات کا اظہار کیا جائے۔ یادرکھنا چاہیے کہ مسیحیت کا آغاز کذب و دروغ سے نہیں ہوا۔ اورہم پر واجب ہے کہ اس امرکو ظاہرکریں کیونکہ ایسا کرنا ہمارے لئے ممکن بھی ہے ۔ اپنے آغاز کے متعلق مسیحیت

کا اپنا بیان تاریخی مطالعہ کے اُصول سے پرکھا جاسکتا ہے۔ اور مزید دریافت کے ذریعہ سے اس بیان کی صداقت ثابت ہوسکتی ہے بلکہ ہوچکی ہے۔ لیکن توبھی ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ اگرہم دیکھنا چاہیں توثبوت موجود ہے۔ اقتباس از" جدید دریافت اورعہد جدید کا معتبر کتاب ثابت ہونا" من تصنیف سرولیم ۔ایم ریمسے۔ (انگریزی)

باب دوم

" ہم نے دغا بازی کی گھڑی ہوئی کہانیوں کی پیروی نہیں کی"

وہ جو خدا کے اُن بیانات پریقین لاتے ہیں جو اُس نے اپنے بیٹے کے متعلق اناجیل میں روح کی ہدایت سے لکھوائے ہیں۔ اُن کی صداقت کے متعلق اپنے دلوں میں کسی قسم کے شک وشبہ کو جگہ نہیں دیتے۔اُن کے پاس روح کی گواہی موجود ہے کہ جو کچھ لکھا ہے وہ واقعی سچ ہے۔ وہ مقدس پطرس کے ساتھ اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ مسیح کی موت اوراس کے دکھ اٹھانے کے تمام واقعات اوراس کا جلالی طورسے زندہ ہونا۔" دغابازی کی گھڑی ہوئی کہانیاں نہیں ہیں"۔ پطرس مسیح کی مصیبت اوراُس کے دکھ اٹھانے کا چشم دیدہ گواہ تھا اورمرقس اُس کا شاگرد تھا۔ مقدس یوحنا نے اُس کا بیان کیا جو اُس نے خود سنا۔ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ بلکہ غور سے دیکھا اور اپنے ہاتھوں سے چھوا تھا۔ (۱یوحنا ۱:۱) مقدس متی بارہ شاگردوں میں سے ایک تھا۔ مقدس لوقا بتاتا ہے کہ کس طرح اُس نے اپنے بیان کے لئے نہایت احتیاط کے ساتھ چشم دید گواہوں کی تلاش کی تاکہ " ہمیں اصل حقیقت معلوم ہوجائے"۔

اس پرُ تذبذب، شک وشبہ اورنکتہ چینی کے زمانہ میں ایسے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے جو نہ صرف انجیلی بیانات کا بلکہ اُن کے معتبر ہونے اوراُنکی صداقت کا بھی انکارکرتے ہیں ۔ بعض ہمیں علیحدہٰ بتاتے ہیں کہ یسوع مسیح محض ایک فرضی اورخیالی شخصیت ہے اوراس کی زندگی کی داستان درحقیقت " دغابازی کی گھڑی ہوئی کہانیاں ہیں"۔ جن کی ابتداء ابتدائی اور وقتی رومی ، یونانی اورمصری توہمات سے ہوئی تھی۔ قدیمی ملحدین نے اپنے عقائد کی بناء پر مسیح کی موت کا انکارکیا ہے۔ قرآن میں بہ مفصیل یہ بیان پایا جاتا ہے کہ مسیح نہ تو قتل کیا گیا اورنہ مصلوب ہوا" اللہ نے اُن پر (یعنی اہل یہودپر) اُن کی بے ایمانی کی مہرلگا دی اس وجہ سے کہ انہوں نے کہا تھا یقیناً ہم نے مسیح یسوع ابنِ مریم اور خدا کے رسول کو قتل کیا۔ لیکن فی الحقیقت نہ توانہوں نے اُسے قتل کیا اورنہ اُسے صلیب دی۔ بلکہ اُن کی خاطراُس کا ہم شکل بھیجا گیا تھا" (۴:۱۵۶)۔

راسخ الاعتقاد مسلمان محض علمائے دین اور مفسرین کے اس بیان سے متعلق تشریحوں اور تفسیروں کو اپنی بے اعتقادی کی بنا قرار دے کر ہمیشہ مسیح کی تصلیب کی تردید کرتے رہے ہیں۔ اُن کے درمیان عموماً یہ خیال رائج ہے کہ خدا نے اُس کے ستانے والوں پر جادو ڈال کر مسیح کو اس ہولناک موت سے بچالیا اوراُس کے عوض یہوداہ اسکریوتی کو یہ سزا اٹھانی پڑی۔ اُس کے متعلق مختلف تشریحات موجود ہیں۔ لیکن اس امر پر سب مسلمان متفق ہیں کہ مسیح صلیب پر نہیں مارا گیا۔ اُس نے ہمارے گناہوں کی خاطر اپنی جان فدیہ میں نہیں دی۔ وہ مردوں میں سے ہرگز زندہ نہیں ہوا۔ اوراُس نے اس جہان سے دوسرے جہان کی جانب صلیب کی راہ سے انتقال نہ کیا۔

سٹراس اور دیگر عقل پرستوں کے اُس نظریہ کو کہ عین موت سے پیشتر مسیح کا جسم صلیب پر سے اتارلیا گیا تھا۔ اورکہ وہ قبر میں مختلف مصالحوں کے زیر اثر زندہ اورتازہ دم ہوگیا تھا۔ پنجاب کے احمدیہ فرقہ نے فوراً تسلیم کرلیا اوراس فرقہ کے بانی مرزاغلام احمد قادیانی نے بھی نظریہ مذکور کو ایک رُوسی قصہ نویس نوٹووچ کی کتاب" مسیح کی نامعلوم زندگی" سے اخذ کیا۔ اس کتاب کے بیان کے مطابق مسیح سفرکرتا ہوا ہندوستان میں آیا اوریہاں تعلیم دیتا رہا۔ کچھ عرصہ بعد مرزا غلام احمد نے کشمیر میں مسیح کی قبر دریافت کی اوراپنے آپ کو مسیحِ ثانی

مشہورکیا۔اس جماعت نے نہایت چالاکی اورسرگرمی سے تمام اسلامی دنیا کو اس نئے مخالفِ مسیح کی تعلیم سے بھردیا ہے۔ ملک آئیر لینڈ کا فسانہ نگار جارج مورتو اپنی کتاب" دی بروک کیرتھ" میں یہاں تک کہہ جاتا ہے کہ مسیح فی الحقیقت صلیب پر نہیں مرا بلکہ بے ہوش ہوگیا تھا اوربعد ازاں وہ ہوش میں آکر اورتازہ دم ہوکر اپنی سوشل خدمت کو زیادہ وسیع پیمانہ پر انجام دیتا رہا۔ پس مغرب میں اس نظریہ کے پیش کرنے والے اورمشرق میں آنحضرت کے سینکڑوں معتقد کہ جن کے اعتقاد کی بنیاد الہٰی مکاشفہ پر قائم ہے ہمارے پیغام کی سب سے اعلیٰ تریں اورافضل حقیت کا انکارکرتے ہیں۔ لہذا ہم اپنے اُس ایمان اوراُمید کے متعلق جس کے ہم قائل ہیں کیا جواب دے سکتے ہیں؟ کیونکہ ہم اس کے چشم دید گواہ نہیں ہیں۔ زبان انگریزی میں ایک گیت ہے جس کے ایک بند کا ترجمہ کچھ یوں کیا جاسکتا ہے۔

"ہم نے غوغائیوں اور وحشی لوگوں کے درمیان تجھے صلیب پر چڑھائے جاتے ہوئے۔ بچشم خود نہیں دیکھا۔ نہ ہم نے وہ تیری حلیم اورپرُمنت صدا اپنے کانوں سے سنی کہ اے باپ! انہیں معاف کرکیونکہ یہ نہیں جانتے کہ کیا کرتے ہیں۔تاہم اتنا ضرورمانتے ہیں کہ یہ شرمناک فعل فی الحقیقت ظہورمیں آیاکہ جس سے کل زمین متزلزل ہوئی اورسورج پرپردہ ظلمت چھاگیا"۔

ہم کیوں اس کے معتقد ہیں؟ ایمان ثبوت پرمبنی ہوتا ہے اوریہاں حیرت انگیز ثبوت موجود ہیں۔ اگرہم اس کا بغورمطالعہ کریں تو اس سے ہمارا ایمان اوربھی زیادہ پختہ اورمضبوط ہوجائے گا۔

سب سے پیشتر اگرہم غورکریں تو یہ معلوم ہوجائے گا کہ مسیح کی موت کوئی غیرمتوقع بات نہ تھی۔بلکہ اس کا ذکر واضح طورپر یہودی پیشین گوئیوں کے ذریعہ سے کیا گیا تھا۔ اور" ایک ایسے راست بازآدمی" کی قسمت کا بیان افلاطون نے بھی اشارتاً کیا تھا۔ یسعیاہ نبی کے صحیفہ کا" یہوداہ کا مصیبت زدہ بندہ" داؤد کا زبور جس میں مسیح کی موت کا نقشہ کھچا ہے اوردیگر مقامات جہاں مسیح کی گرفتاری اوراس کی موت کے متعلق پیشین گوئی مرقوم ہیں۔ یہ سب کتاب مقدس کے مطالعہ کرنے والے کے لئے عام باتیں ہیں۔ اس آنے والے اہم واقعہ کی خبر مدت دراز سے دی جارہی تھی۔ یوحنا اصطباغی فرماتا ہے "دیکھو خدا کا برہ" یہ چند

الفاظ عہد عتیق کی تمام تعلیم کا مجموعہ ہیں۔ یعنی بغیر خون بہائے گناہ کی معافی نہیں ہوسکتی ۔ پس ضرور تھا کہ خدا کا برہ ذبح کیا جائے۔تاکہ دنیا کے گناہوں کی معافی ہو۔ اگر ہم اس حقیقت سے انکار کریں کہ" کتاب مقدس کے بموجب مسیح ہمارے گناہوں کےلئے مرا" توعہد عتیق ایک معمہ سا معلوم ہوگا جس کا حل ممکن نہیں۔ بلکہ خون کی قربانیاں جوہر ایک زمانہ اورقوم میں انسان کے گناہ کی معافی کےلئے لازمی تصور کی جاتی ہیں ایک ایسا راز بن جاتی ہیں جس کے معانی اور مقاصد انسانی عقل سے بعید ہوجاتے ہیں۔" وہ ہمارے گناہوں کے سبب گھائیل کیاگیا۔ اورہماری ہی بدکاریوں کے باعث کچلا گیا۔ ہماری ہی سلامتی کےلئے اُس پر سیاست ہوئی تاکہ اُس کے مارکھانے سے ہم چنگے ہوں"۔ الفاظ مافوق مسیح سے ۴۲۹ برس پہلے افلاطون کے زمانہ سے ذرا پیشتر لکھے گئے ۔ افلاطون اپنی کتاب پولیشیہ جلد چہارم میں ایک ایسے قربان ہونے والے نجات دہندہ کا ذکرکرتا ہے جس کی ازحد ضرورت تھی تاکہ دنیا کی راست بازی کو ازسر نوبحال کرے"۔ا یک کامل راستباز بندہ جس کے ساتھ نہایت بے انصافی کاسلوک روا رکھا جائے بلکہ جو کوڑے کھائے ستایا جائے باندھا جائے جس کی آنکھوں کی بصارت بھی جاتی رہی اوران تمام مصیبتوں کے برداشت کرنے کے بعد ستون سے باندھا جائے وہی اس دنیا کی اصلی اورحقیقی راستبازی کوبحال کر سکتا ہے ہمیں اس سے کچھ سروکار نہیں کہ افلاطون نے ایک بے گناہ شخص کا گنہگاروں کےلئے دکھ اٹھانے اورخدا سے پھرانکا میل کرانے کا خیال کہاں سے لیا۔ ہمارے مطلب کےلئے یہی کافی ہے کہ یہ خیال موجود ہے۔ اورقریب قریب اسی قدر واضح اورروشن ہے جس طرح یسعیاہ نبی کی کتاب میں الہٰی پیغام ۔ یہ ممکن نہیں کہ کوئی مرد غم ناک اورذلیل وخوارہوئے بغیر یا مصلوب ہوئے بغیر کامل راست بازی کی زندگی بسر کرسکے۔

صلیبی موت سیدنا مسیح کے لئے بھی کوئی ناگہانی اور غیرمتوقع آفت نہ تھی اس سے اُس کی امیدیں شکستہ ومعدوم نہ ہوئی تھیں۔ بلکہ برعکس اس کے اُسے یہ خوب معلوم تھاکہ یہ بات اٹل ہے ۔ اس نے اس ہولناک واقعہ کا یقینی طورسے وقوع میں آنے کا بارہاذکرکیا تھا۔ اپنی خدمت کے آغازہی میں اُس نے اس مصیبت کے عکس کو دیکھ لیا تھا۔ اپنے بپتسمہ کے وقت

اس نے جوگناہ سے بالکل ناواقف تھا اپنے آپ کو گنہگاروں کے ساتھ شمارکیا۔ اپنی خدمت کے آغازہی میں اُس نے شاگردی کی تعریف کرتے ہوئے اس کی مثال صلیب برداری سے دی تھی۔ اپنی مسیحائی کا اقرارکرنے کے بعد " یسوع اپنے شاگردوں پر ظاہر کرنے لگا کہ مجھے ضرور ہے کہ یروشلیم کو جاؤں۔۔۔۔۔۔ اورقتل کیا جاؤں چنانچہ آپ نے فرمایا کہ " ابن آدم آدمیوں کے ہاتھ میں حوالے کیا جائے گا اوروہ اسے قتل کرینگے اورتیسرے دن وہ زندہ ہوجائے گا"۔ اجمالی انجیل کے بیان کے مطابق ہمارے آقا ومولا سیدنا مسیح زندگی کے آخری ایام بالخصوص اپنے کم فہم شاگردوں کو اپنی ہولناک موت کی خبر دینے اوراُنہیں اس کا یقین دلانے میں صرف ہوئے۔

مسیح کے صلیب پر کھینچ جانے کا مفصل بیان جو اکثر اوقات چشم دید گواہوں کی شہادت پر مبنی ہے۔ ایسا صاف اور صریح ہے کہ اس میں شک وشبہ کی ہرگز گنجائش نہیں رہتی۔ انہوں نے اس کی شہادت ایسے سنجیدہ اورصاف الفاظ میں دی ہے کہ گویا انہیں پہلے ہی سے یہ خیال مدِ نظر تھاکہ اس حقیقت کے متعلق کسی قسم کے شک کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے" یسوع بڑی آوازسے چلایا اوردم دے دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔اورجو صوبہ داراُس کے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے اُسے یوں دم دیتے ہوئے دیکھ کر کہا یہ آدمی بے شک خدا کا بیٹا تھا" (مرقس ۱۵: ۳۷) مقدس یوحنا بیان کرتا ہے۔ اُن میں سے ایک سپاہی نے بھالے سے اُس کی پسلی چھیدی اورفی الفوراُس سے خون اورپانی بہہ نکلا" پھرآگے چل کر یوں فرماتا ہے " جس نے یہ دیکھا اس نے گواہی دی ہے اوراس کی گواہی سچی ہے ۔ اوروہ جانتا ہے کہ سچ کہتا ہے تاکہ تم بھی ایمان لاؤ"۔ یہ الفاظ کیسی ایسے شخص کے نہیں جو سادہ لوح اورزوداعتقاد ہو یا جس نے دھوکا کھایا ہو۔ اُس صوبہ دارنے باقاعدہ اپنی منصبی حیثیت میں پیلاطوس کواس امرکی خبردی اوراُسے مسیح کی موت کا یقین دلایا۔ (مرقس ۱۵: ۴۴) ارمتیہ کے یوسف نے مسیح کی لاش کو قبرمیں دفن کیا جہاں مریم مگدلینی اورمسیح کی والدہ نے اُسے قبرمیں مردہ دیکھا۔(مرقس ۱۵: ۴۷)۔

عہدِ جدید کے تمام مصنفین نے مسیح کی موت کا اصل واقعہ سپردِ قلم کیاہے۔ اعمال کی کتاب میں کسی مقام پر بھی کوئی آوازمسیح کے مصلوب ہونے کا انکارکرتی ہوئی سنائی نہیں

دیتی ۔بہت سی صدیاں بیت جانے کے بعد حضرتِ انسان کو یہ جسارت اوردلیری ہوتی ہے کہ اُس تاریخی واقعہ کے متعلق شک کو جگہ دے اوراپنی دغابازی کی گھڑی ہوئی کہانیوں کو مشتہر کرے۔ قدیم تحریرات کا زبردست مطالعہ کرنے والا اورنکتہ سنج جوزف کلاسنر اپنی جدید تصنیف " ناصرف کا یسوع " میں لکھا ہے کہ اجمالی اناجیل معتبرہیں اورسیدنا مسیح اُن کے بیان کے مطابق دنیا میں پیدا ہوا اورمرگیا چند سال کا عرصہ گذرا کہ سیموئیل ای اسٹوکس نے مسیحی بیانات کی صداقت کا اظہار کرنے کےلئے یہودی اور بُت پرست مصنفین کی شہادتوں کو فراہم کیا۔ ممکن ہے کہ بہت سے لوگ اُس انجیل کی تائید وتصدیق کے متعلق جس پر وہ شک کرتے ہیں ۔ پلنی، ٹسائٹیس، لوشین ، یوسیفس بلکہ سیلسس کی آراء کو سننا چاہیں کیونکہ یہ لوگ مسیحی جماعت کے دائرے سے باہر تھے۔ ٹسائٹیس روم کی آتشزدگی کا ذکر کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ کس طرح نیرو نے اپنے اُوپر سے شبہ مٹانیکی کوشش کی اورلکھتا ہے کہ" پس اس خبر کو فر کرنے کےلئے نیرو نے اپنے عوض اُن لوگوں کو مجرم ٹھہرایا جن سے عوام الناس اُن کے پوشیدہ جرائم کے باعث نفر کرتے ہیں۔ انہیں

مسیحی کہہ کرپکارتے ہیں مسیحی جس کے نام سے وہ نامزد ہیں قیصر طبرئیاس کے عہد میں پنطیس پلاطس حاکم کے حکم سے مارا گیا تھا۔ اوروہ مضر توہمات کچھ عرصہ کےلئے دب گئے تھے پھر کچھ عرصہ کے بعد وہ ازسرنونہ صرف یہودیہ میں جہاں اس بدعت کا آغازہوا تھا بلکہ روم میں پھوٹ نکلے جہاں ہر قسم کے قتل اورنجس بے شرمیاں اورقبائح باہم مل کر رائج ہوجاتے ہیں پس سب سے پہلے اُن میں سے بعض کو گرفتار کیا اوراُن سے جبراً اقرارکرایا پھر اُن کے اطلاع دینے پر ایک انبوہِ کثیر مجرم قرار دیا گیا۔ محض اس لئے نہیں کہ اُن پر جرمِ آتش زدگی ثابت ہوا تھا بلکہ زیادہ تر اس لئے کہ وہ انسانی نسل سے نفرت رکھنے جرم کے مرتکب تھے وہ نہ صرف قتل ہی کئے گئے۔ بلکہ نہایت بے عزتی کے ساتھ مارے گئے یعنی اُن میں سے بعض کو جنگلی درندوں کی پوستینیں پہنائی گئیں اورپھاڑڈالنے والے کتوں سے پھڑوائے گئے۔ یا صلیب پر لٹکائے گئے اورپھر اُن کو آگ لگادی گئی۔ اکثر اوقات غروب آفتاب کے بعد اُن کے چشموں کو جلایا گیا تاکہ رات کے وقت روشنی کا کام دیں(اینیلز ۱۵: ۴۴) ساموسٹہ کالوشین جو ۱۰۰ء میں پیدا ہوا تھا۔ اپنی کتاب" پریگرینس کی وفات" میں یوں

کہتا ہے " مسیحی اب تک اُس بزرگ شخص کی پرستش کرتے ہیں جو ملک فلسطین میں مصلوب کیا گیا تھا۔ اس لئے کہ وہی دنیا میں اس نئے مذہب کا بانی تھا۔ ان کم بختوں کو یہ یقین واثق ہے کہ وہ غیر فانی ہیں اور تاابدزندہ رہیں گے۔ چنانچہ اسی سبب سے وہ موت کی چنداں پرواہ نہیں کرتے۔ بلکہ بہت سے اُن میں سے خوشی کے ساتھ اپنے آپ کو موت کے حوالے کردیتے ہیں۔ اُن کے پہلے شریعت دہندہ نے انہیں یقین دلایا ہے کہ جب وہ ایک مرتبہ یونانی دیوتاؤں کا انکار کردیتے ہیں اوراپنے اُس مصلوب سوفسطی پر ایمان لے آتے ہیں اوراُس کے احکام وفرامین کے مطابق اپنی زندگیاں گذارتے ہیں تو وہ ایک دوسرے کے بھائی بن جاتے ہیں۔

یوسیفس کی کتاب اینٹیکوٹیز کے دومشہورمقامات سے سب واقف ہیں اور غالباً وہ اصلی اور صحیح ہیں۔ بہر حال یوسیفس کی تمام تاریخ انجیل کی تائید کرتی ہے۔ ہیرودیس اعظم، اُس کا بیٹا آرکیلاس ، ہیرودیس انتیپاس ، ہیرودیاس اوراُس کی بیٹی سلومی،یوحنا اصطباغی ، حنا ،کائفا ، پنطس پلاطس ، فیلکس اوراُس کی بیوی دروسلا جویہودن تھی۔ ہیرودیس اگرپہ، برنیکی، فریسی اور صدوقی یہ تمام یوسیفس کی تاریخ میں مذکورہیں۔ بلکہ اُن کا ذکر اوراُن کا باہمی تعلق بھی بعینہ وہی ہے جو عہدِ جدید میں مرقوم ہے۔

سیلسس ۱۷۰ء میں ایک ایپیکیورین فلاسفر گذرا ہے جو مسیحیت کا ایک نہایت زبردست مخالف تھا۔ اُس کی تصنیف" دی ٹروڈسکورس" کے جواب میں اوریجن لکھتا ہے کہ سیلسس مسیح کی جان کنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اُس کا مضحکہ اڑاتا ہے اوراس کے ثبوت میں مسیح کا یہ کلمہ پیش کرتا ہے" اے باپ اگر ممکن ہو تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے"۔ وہ مسیح" مصلوب مسیح" کہتا ہے اوراُن کی بابت جنہوں نے اُسے صلیب دی تھی یوں کہتا ہے" تم جنہوں نے اپنے خدا کو صلیب پر کھینچا" وہ مسیحی عقیدہ یعنی اس پر کہ" مسیح نے یہ مصیبت بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے اٹھائی اُن کی بابت جنہوں نے اُسے صلیب دی تھی یوں کہتا ہے" تم جنہوں نے اپنے خدا کو صلیب پر کھینچا"۔ وہ مسیحی عقیدہ یعنی اس پر کہ" مسیح نے یہ مصیبت بنی نوع انسان کے فائدے کےلئے اٹھائی" حملہ کرتا ہے اور مسیح کے زندہ ہونے کی حقیقت کو غلط ثابت کرنے کی

کوشش کرتا ہے۔ وہ فرشتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جو مسیح کی قبر پر ظاہر ہوئے اورجنہوں نے قبر پر سے پتھر لڑھکایا تھا۔ وہ جسم کے زندہ ہونے کے متعلق مسیحیوں کے ایمان کی بیوقوفی ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے اوراُن کی تضحیک کرتا ہے۔ اسلئے کہ انہوں نے کہاکہ" دنیا میرے اعتبار سے مصلوب ہوئی اورمیں دنیا کے اعتبارسے"۔ ہمارے مولا کی موت اورزندہ ہونے کے متعلق انجیل کے ایک مخالف کی یہ شہادت ایک نہایت اہم بات ہے۔

اقتباس " یہودیوں اوربُت پرستوں کے مطابق" سیموئیل سٹوکس صفحہ ۴۸ ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اگر انسانی تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ ہے جس کا ثبوت موجود ہے تو وہ خداوند مسیح کی موت کا بیان ہے۔ عشائے ربانی کے مقررکئے جانے اورخداوند کے پاک دن کے مانے جانے سے بھی اس امر کی تائید وتصدیق ہوتی ہے۔ روٹی کا توڑنا اورپیالہ میں سے پینا اُسی رات سے شروع ہوتا ہے۔ جس رات یسوع پکڑوایا گیا تھا۔ اُس نے خود اس ساکریمنٹ کو مقرر کیا اور مسیحی کلیسیا میں عام طور پر مقبولیت حاصل کرنا بھی ایک قسم سے مسیح کی موت کا یقینی اور معقول ثبوت ہے خواہ اس رسم کے متعلق مختلف تشریحات کیوں نہ کی جائیں یا طریق عبادت ایک دوسرے سے متفرق کیوں نہ ہو۔ ایسی مسلسل روایت ایک قسم کا تاریخی ثبوت ہے جس سے انکارکرنا ناممکن ہے۔ بعینہ جس طرح دین اسلام میں محرم کے ہولناک واقعہ کی رسوم کوتاریخی تحریرات کی عدم موجودگی میں حضرت امام حسین شہید کربلا کی شہادت کا ثبوت تسلیم کرتے ہیں۔

سیدنا مسیح نے فرمایا تھاکہ " وہ سبت کا مالک" ہے۔ اوراُس نے اس حقیقت کا ثبوت یوں دیاکہ اُس کی موت اوراس کے پھر زندہ ہونے کے بعد کلیسیا نے فوراً یہودیوں کے ساتویں روز کے بجائے ہفتہ کے پہلے دن کو پاک ماننا شروع کردیا۔ پس سیدنا مسیح کا دن بذات خود مسیح کی موت اوراُس کے جی اٹھنے کا ثبوت ہے۔ غیر مسیحی مذاہب میں سے ہرایک کا جداگانہ نشان ہے مثلاً کنول کی کلی ، سواسٹکہ اورہلال کے نشانات وغیرہ۔ صلیب مسیحی مذہب کا نشان ہے۔ پس وہ جو پہلے ذلت ،شرم رسوائی جرم وخطا اورانتہائی بیچارگی اوردرماندگی کا نشان تھی اب کیونکر عظمت وسرفرازی ، شجاعت ، شفقت اور رحمت کا

نشان بن گئی ۔ اس کا جواب بجز اس کے اورکچھ نہیں کہ یہ اُس کے ذریعہ سے ہوا جو صلیب پر کھینچا گیا تھا۔ اُس نے ہمیں اور صلیب دونو کو اس لعنت سے مخلصی بخشی۔

آخر میں اگر اب بھی کوئی اصحاب ایسے ہوں جنہیں عہدجدید کی تعلیم کی مرکزی حقیقت کے تاریخی بیان کے متعلق کچھ شک وشبہ ہو تو ہنوز ابتدائی مسیحی یادگاریں اورآثار اورتہ خانے موجود ہیں جو زبانِ حال سے اپنے مخصوص نشانات اور صلیب کی جانب اپنے اشارات سے یہ صدا بلند کررہے ہیں کہ مسیح کتاب مقدس کے مطابق ہمارے گناہوں کے واسطے قربان ہوا۔

کارلائل اورایمرسن کی باہمی خط وکتابت میں ہم دیکھتے ہیں کہ آخر الزکر نے ایک مرتبہ کارلائل کے وہ الفاظ یادکئے جو اُس نے اپنی ملاقات کے موقعہ پر کہے تھے۔ یعنی " مسیح نے صلیب پر اپنی جان دی اوراس کے اس فعل سے اس سامنے کے گرجا گھر یعنی ڈنسر کورکرک کی بنیاد رکھی گئی اوراس نے ہم دونوں کو باہم ملادیا۔امتدادِ زمانہ توفقط باہم ملانے والا رشتہ ہے"۔

ہمیں ایمان کے ثبوت کےلئے اورکس شہادت کی ضرورت ہے؟ بے اعتقادی کی حد سے اس سے زیادہ اورکیاہوسکتی ہے کہ اس نے ایسے نظریئے پیش کئے ہیں جو مسیح کی زندگی اوراس کی موت اوراس کے جی اٹھنے کی تاریخی حقیقت کی تردید کرتے ہیں:

مسیح کتابِ مقدس کے بموجب مرا اوردوبارہ جی اٹھا۔ انبیاء نے اُس کی موت کی پیشین گوئی کی۔ رسولوں نے اُسے قلم بند کیا ۔ تمام دینی کتب کفارہ پر مرکوز ہیں اور مصلوب اور زندہ نجات دہندہ کی گواہی دیتی ہیں وہ بنیادی اورعالمگیر موضوع جو بائبل شریف کے پیغام کا مرکز ہے اس سوال کا جواب ہے کہ گنہگار انسان پھر خدا کے حضورکیونکر راست باز ٹھہر سکتا ہے۔ یعنی مسیح کی موت کے ذریعہ سے جو ہماراکفارہ ہے بجز اُس کے کوئی دوسرا طریقہ نہیں۔ کوئی اورخوش خبری نہیں۔ اگریہ باطل ہے توہمارا ایمان بھی جس پر مسیحیت کا دارومدار ہے۔ بے فائدہ ہے کیونکہ ہمارے پاس ماسوائے اس کے اور کوئی خوشخبری نہیں کہ مسیح ہمارے لئے مرا اورہماری عدالت کےلئے پھر زندہ ہوا۔

" نہ توہم تیری خالی گور کے پاس کھڑے ہوئے کہ جس میں تیرا جسم اطہر رکھا گیا۔ نہ ہم اس بالاخانہ میں بیٹھے نہ راہ چلتے میں کہیں ہم نے تجھے دیکھا۔ لیکن ہم جو فرشتوں نے کہا سرآنکھوں سے مانتے ہیں کہ زندہ کو مُردوں میں کیوں ڈھونڈتے ہو؟

خداوند! تو اپنے گاڑھے خونی پسینے کی خاطر

اپنی روحانی جان کندنی کی خاطر اپنے خاردار اور زخمی سر کی خاطر

اپنی اشک بار آنکھوں کی خاطر۔

اپنے توہین اور طنز آمیز کلمات سے پُر کانوں کی خاطر۔

اپنے پت اور سرکہ سے نم دہن کی خاطر۔

اپنے اُس چہرہ کی خاطر جس پر تھوکا گیا تھا۔

اپنی اُس گردن کی خاطر جو صلیب کے بار سے خم ہورہی تھی۔

اپنی اُس کمر کی خاطر جو کوڑوں کی مار سے زخمی ہورہی تھی۔

اپنے مجروح ہاتھ اور پاؤں کی خاطر۔

اپنے چھیدے ہوئے پہلو کی خاطر جس سے آب وخون رواں تھے۔

اور اپنے زخمی بدن کی خاطر جس سے جوئے خون جاری تھی۔

اپنے بندے کی بدی کو معاف فرما اور اُسکے تمام گناہوں کی پردہ پوشی کر۔

باب سوم

"اورانہوں نے اُس کی آنکھیں بند کیں"

(لوقا ۲۲: ۶۴، مرقس ۱۴: ۶۵، متی ۲۶: ۶۸)

تاریخ کے مطابق مسیح کا دکھ اٹھانا ایک دیرینہ واقعہ ہے۔ وہ ایک مرتبہ گناہوں کی خاطر مرچکا اورہر روزنہیں مرتا۔ موت کا اب اُس پر کوئی اختیارنہیں۔ لیکن روحانی طورسے اُس کا دکھ برابر برقرارہے۔ روحانی طورسے وہ انسان کی ماہیت میں ہر روز دکھ اٹھاتا ہے۔ ہم اُسے ازسر نوصلیب پر کھینچتے ہیں ۔ ہم متواتر مسیح سے سرکشی وروگردانی کرتے ہیں۔ اُسے فراموش کرتے اس کا انکارکرتے ہیں۔ اُس کی آنکھیں بند کرکے اُس پر تھوکتے ہیں۔ اُسے کوڑے مارتے ۔اُس کا مضحکہ اڑاتےاوراُسے صلیب دیتے ہیں۔ساتھ مصلوب ہوا ہوں" ۔ ہورشیش بونر نے ہم سب کی طرف سے کیا خوب اورسچ کہا ہے:

" میں ہی تو تھا جس نے مسیح کا خونِ پاک بہایا اوراُسے صلیب پرکیلیں جڑیں۔

ہاں ۔ میں توہی تھا جس نے خدا کے مسیح کو صلیب دی۔اوراس کے ٹھٹھاکرنے والوں میں شامل ہوا۔

میں محسوس کرتا ہوں کہ اس غوغائی ابنوہ کثیر میں بھی ایک ہوں اوراُن ناشائستہ اورکرخت آوازوں کے درمیان میں اپنی آواز خوب پہنچاتا ہوں۔

صلیب کے چوگرد میں ایک بڑا مجمع دیکھتاہوں جو اُس ستم رسیدہ شخص کی آہِ پردردکا تمسخر کرتا ہے۔ لیکن وہ مجھے اپنی ہی آواز معلوم پڑتی ہے گویا اکیلا میں ہی ہوں جو اُس کا مضحکہ اڑارہاہوں"۔

" اورجو آدمی یسوع کو گرفتارکئے ہوئے تھے۔ اُس کو ٹھٹھے میں اڑاتے اورمارتے تھے اوراُس کی آنکھیں بند کرکے سے یہ کہہ کر پوچھتے تھے نبوت سے بتاتجھے کس نے مارا؟ تب بعض اس پر تھوکتے اوراُس کا منہ ڈھانکنے اوراُس کے مکے مارنے اوراسے کہنے لگے نبوت کی باتیں سنا! اورپیادوں نے اُسے طمانچے مارمارکے اپنے قبضے میں لے لیا"۔

دنیا کے مشہور اورنامور مصوروں نے بجز اس خاص واقعہ کے مسیح کے دکھ اٹھانے کے دیگرتمام واقعات کی تصویر

کھینچی ہے۔ لیکن یہ نظارہ اس قدر ہولناک اور پرُمعنی ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ کسی مصور کے موئے قلم نے کیوں اس عجیب وغریب نظارہ کے معانی گہرائی کا نقشہ نہیں کھینچا۔ صبح صادق سے پیشتر کا عالم ہے اورکائفا کے محل کا صحن تمام جگہ ماہتاب کی روشنی سے منور ہورہا ہے اورآگ جو حاضرین کو گرم رکھنے کےلئے روشن کی گئی ہے صحن میں چہارسواپنے شعلوں کا عکس پھینک رہی ہے۔ عین درمیان میں چشم بستہ مسیح کو بٹھایا گیا ہے۔ اس کے چوگرد ایسے لوگوں کا مجمع ہے جو اپنی نفرت کے باعث بالکل اندھے ہورہے ہیں۔ اس مجمع کے بعض شرکاء غالباً سنہیڈرن کے خدمت گذار اور سردار کاہن کے بھاڑے ٹٹو تھے۔ اورغالباً سب مسیح کے ہم قوم ہی ہونگے۔ بعض نے اُن میں سے ضرور مسیح کو دیکھا ہوگا اوراس کاکلام بھی سناہوگا اورشائداُس کے معجزات کا بھی مشاہدہ کیاہوگا۔ باغ گتسمنی میں وہ اس کی نگاہ سے گریزکرتے رہے لیکن یہاں وہ اس کی آنکھیں بند کرکے اُس کا مضحکہ اڑارہے ہیں۔ آہ! اُن کے دلوں پر کس قدر ظلمت طاری ہوگئی ہوگی جوانہوں نے ایسا کیا اورمسیح کے ساتھ ایسا سلوک جائز قراردیا! آہ! کیایہ محبت اورصداقت کا انتہائی عدمِ احساس نہیں؟ اورکیا یہ پاکیزگی کے حسن وجمال کی طرف کو رچشمی اوراندھاپن نہیں مقامِ صدافسوس ہے کہ یہ شرم ناک سلوک انہوں نے اس یسوع ناصری کے ساتھ کیا جس نے یروشلیم میں ایک نابینا شخص کو بینائی بخشی تھی۔ انہوں نے اُس کی آنکھوں پر پٹی باندھی! کیا ملخس بھی اُن کے درمیان تھا اورکیا کائفا نے اس میں حصہ لیا تھا! کیا پطرس نے باہر جاکر زارزاررونے سے پیشتر اس نظارہ کودیکھا تھا؟ بعد میں اس نے اس خوف ناک رات کا حال بیان کیا جب وہ آگ تاپ رہا تھا لیکن اس کی روح کانپ رہی تھی۔

"کیونکہ مسیح بھی تمہارے واسطے دکھ اٹھاکر تمہیں ایک نمونہ دے گیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اورنہ اس کے منہ سے کوئی مکر کی بات نکلی۔ نہ وہ گالیاں کھارگالی دیتا تھا اورنہ دکھ پاکر کسی کودھمکاتا تھا۔ بلکہ اپنے آپ کو سچے انصاف کرنے والے کے سپرد کرتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اوراُسی کے مارکھانے سے تم نے شفا پائی"۔

ہاں پطرس نے کچھ فاصلے پر سے ضروراُس کا مشاہدہ کیا ہوگا کیونکہ اُس واقعہ کی شرمندگی اورجان کنی سے اُس کا دل نہایت افسردہ وبے قرارتھا۔ یسوع کی آخری پیشتراس سے کہ اُس

کی آنکھیں باندھی گئیں۔ پطرس پرتھی جس نے ملازمین کے روبرو اپنے خداوند کاانکارکیا تھا۔

خواہ مسیح کی موت اوراُس کے دکھ اٹھانے کا بیان کتنا ہی مختصرکیوں نہ ہو ہم اس بزدلی ،ظلم اور بعید ازعقل اور غیرواجب حسد کا اندازہ لگاسکتےہیں جوہمارے نجات دہندہ کے ساتھ روارکھے گئے۔ کیاوجہ تھی کہ انہوں نے اُس کی آنکھوں پر پٹی باندھی؟ کیا اس کی یہ وجہ نہ تھی کہ اس کی آنکھوں میں اُنکی بے اعتقادی کے باعث ایک پاکیزہ استعجاب اوراُن کی جہالت کے سبب ترس موجود تھا لیکن باوجود اس کے اُن سے ایک ایسا نور روشن تھا جو شعلہ نازبن کراُن کے ضمیروں کوجلارہا تھا۔ وہ اُس کو روبرو دیکھنے کی تاب نہ لاسکے۔ پس بقول مقدس مرقس " بعض نے اُس پر تھوکنا شروع کیا"۔ بعض نے" جب اُسے ٹھٹھوں میں اڑاچکے تو اُس پر سے ارغوانی چوغہ اُتارکر اُسی کے کپڑے اُسے پہنائے" اُن کی بزدلی کا مقابلہ فقط اُن کا حسد کرسکتا تھا۔ اُنہوں نے اُسے مارا اورانہوں نے اُسے ٹھٹھوں میں اڑایا اور" انہوں نے طعنے اوربہت سی باتیں اُس کے خلاف کیں"۔

اُن کا حسد بعید ازعقل اورغیرواجب تھا۔ اُنہوں نے ایسے موقع پر ثبوت کے لئے اصرارکیا۔ جہاں ثبوت کی کچھ ضرورت ہی نہ تھی۔ انہوں نے نبوت کا فال گوئی سے مقابلہ کیا۔ اورچشم بستہ قیدی اورعاجزیسوع مسیح کو پتھر مارمارکرچاہا کہ وہ اُن کی متفقہ تکفیرکے متعلق جداگانہ طورپر بتائے اوراس طریق سے انہوں نے نبوت کی کسرِشان کی۔ انہوں نے کہا" نبوت سے ہمیں بتاکہ تجھے کس نے مارا"۔ کسی ایک شخص نے اُسے نہیں مارا تھا بلکہ ایک قوم اورتمام انسانی نسل نے اُسے مارا تھا"۔ وہ مردِغم ناک اوررنج آشنا ہوا اوروہ لوگ گویا اُس سے روپوش تھے"۔ یا گویا جب ہم آپ اُس سے روپوش نہ ہوسکے توہم نے اُس کی آنکھوں پر پٹی باندھی اوراُس کے چہرے کوچھپادیا۔

زمانوں کی بے اعتقادی اورکفُر اس واقعہ سے وابستہ ہے بعض ہمیشہ سے ڈرتے رہے ہیں اوراس وجہ سے انہوں نے مسیح کے چہرے کودیکھنا نہ چاہا تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ مسیح کا اقرارکرنے سے یہ کہہ کرگریزکرتے رہے ہیں کہ وہ محض ایک افسانہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ پس اس لئے انہوں نے اُس کے چہرے پر نگاہ کرنے سے انکار کیا۔ کس قدر مشہور تاریخیں

اورمدارس کی درسی کتب محض ایک نامکمل اورسرسری سے بیان سے مسیح کی آنکھوں پرپٹی باندھتی ہیں!

بے اعتقادی بائبل کے اوراق کوبند کرکے آنکھوں پر پٹی باندھتی ہے اوراس طورسے اُس کے مبارک پیغام کو بچوں تک پہنچنے سے روکتی ہے۔ یایہ کہہ کراُسے الماری کے تختہ پرپڑا رہنے دیتی ہے کہ" یہ ایک مستند تصنیف ہے جس کے متعلق سب کو علم ہے لیکن کوئی اس کا مطالعہ نہیں کرتا"۔ لوگ منبروں پر سے اوراپنے بدعت آمیز خیالات کی نشرواشاعت سے مسیح کی آنکھوں پر پٹی باندھتے ہیں اوربعدازاں اُس کے نبوتی منصب اوراُس کے مسیحیائی جلال کا مضحکہ اڑاتےہیں جب کفر اور الحاد منجئی عالمیان کی آنکھوں پرپٹی باندھ چکتے ہیں تب وہ اس کے منہ پر تھپڑ مارتے ہیں" والٹیر، نیٹشے ، اوررینان ، بیبل، پین، انگرسول اور اسی قماش کے دیگر اشخاص نے جوحالانکہ مذکورہ بالا ملحدین کی مانند مشہورنہ تھے لیکن توبھی عقائد اُن کے ہم زبان اورہم خیال تھے۔ اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ پہلے مسیح کی آنکھ پر پٹی باندھیں اورپھراُس کی الوہیت کا انکارکریں۔ یعنی اس سے پیشتر کہ وہ اس کے جلال اوراُس کی عظمت پر حملہ کریں اس کے چہرہ کو چھپادیں۔

شہر تھیگیوررمین کا زاد بوم ہے اورایک خانقاہ سے متعلق قدیم شہر ہے۔ اُس کے باشندے نہایت نیک اوردین داری ہیں۔ وہ جو دی دریا کے ساحل پر ایک کوہ پر واقعہ ہے۔ عین لبِ دریاایک ایسے مقام پر جس پر ہر راہ گذرنے والے کی نظر یک دم پڑتی ہے سفید پتھر کی ایک موری نبی ہے۔ جس میں پورے قد کے تین صلیب نصب ہیں اوردرمیانی صلیب کے نیچے تین زبانوں میں یہ الفاظ کندہ ہیں:

" یہ آدمی بے شک خدا کا بیٹا تھا"۔ اس کلوری کے متعلق قصہ مشہور ہے کہ جب رینن کی شان میں اُس کا بُت شہر کے کیتھڈرل کے قرُب میں نصب کیا گیا تو بعض نے اپنے اظہارناراضگی کے لئے اُس کلوری کو بنوایا تھا۔

اس چشم بستہ مسیح کی تصلیب کا انجیلی بیان نہایت دردناک ہے اوراس کا مطالعہ کرتے ہوئے دل کو بہت رنج اور صدمہ ہوتا ہے۔ لیکن جب اس بات پر غورکرتےہیں کہ کس طرح اُنیس صدیوں تک برابر لوگ اُسے چشم بستہ کرکے ٹھٹھوں میں

اڑاتے رہے ہیں۔ توہمارے غم والم کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ نیٹشے کے مندرجہ ذیل الفاظ سے بڑھ کر کفر آمیز اور رنج آلود الفاظ اورکیا ہوسکتے ہیں"۔انجیل یا خوشخبری" کا خاتمہ صلیب پر ہوگیا۔ وہ جو اس کے بعد انجیل کہلائی وہ اس انجیل کے برعکس تھی جو مسیح کی زندگی سے وابستہ تھی۔ درحقیقت وہ بد اورمنحوس خبر تھی"۔ حالانکہ نٹیشے بعض اوقات خود مسیح کی ذات کے متعلق نہایت مشفقانہ طریق سے اشارہ کرتا ہے اور شاذونادر ہی" یہودیوں کے اس مختصر سے فرقہ کے بانی" کی مذمت کرتا ہے لیکن توبھی وہ مسیحیت کے نام سے اورپولوس رسول کے نام سے جوانجیل جلیل کا مبشر تھا سخت متنفر تھا۔

کفر وبے دینی کا حسد عصر حاضرہ میں بھی ٹھیک ویسے ہی نمایاں ہے جیسے کائفا کے کمرہ عدالت میں تھا۔ لوگ مسیح سے گریز نہیں کرسکتے۔ اُس کا چہرہ ازبس جاذب توجہ ہے۔ اُس کی آنکھیں شعلہ آتش کی مانند ہیں۔ یا تو وہ انسان کو اپنی جانب کھینچ لیتا ہے یا وہ اس سے بالکل دور ہوجاتا ہے۔ مسیح کا یہ وصف خصوصی زمانہ گذشتہ کی طرح اب تک برقرار ہے۔

"کیا یہی وہ چیز ہے جس کی دہشت سے سرافیم عالم بالا پر اپنا منہ چھپالیتے ہیں؟ کیا یہی وہ چہرہ ہے جس پر کوئی داغ یا جھری نہیں۔ ہاں وہ چہرہ جو محبت کا چہرہ ہے؟ بلاشک یہی وہ چہرہ ہے جو گواب بدنما اوربے جان ہے تاہم تمام مخلوقات کی محبت کے لئے مکتفی ہے۔ جس سے محبت الہیٰ کا اقتضا پورا ہوگیا ہے۔ ہاں وہ چہرہ یسوع مسیح کا چہرہ پاک ہے"۔

عہدعتیق کے مقدسین ازبس آرزومند تھے کہ خدا کے جلال کا دیداراس کے مسیح کے چہرے سے حاصل کریں یہی موسیٰ کی دعا تھی۔ یہی داؤد کی اُمید تھی۔ یہی یسعیاہ کی تمنا تھی"۔ کب تک تو اپنا منہ مجھ سے چھپائے گا؟ اپنے بندے کو اپنے چہرہ کا جلودکھلا"۔ اپنے ممسوح کے چہرے کو مت پھرا"۔ مجھے سے منہ نہ موڑنہیں تو میں اُن کی مانند ہوجاؤنگا جوگڑھے میں گرتے ہیں۔ جب یسعیاہ نے اُس کا جلال دیکھا اوراس کی مصیبت کا بیان کیا تو اس نے اُس خوف ناک دن کی پیشین گوئی ان الفاظ میں کی"۔ میں اپنی پیٹھ مارنے والوں کو دیتااور اپنے گال اُن کو جو بال کونوچتے ۔ میں اپنا منہ رسوائی اورتھوک سے نہیں چھپاتا"۔ وہ مردِ غم ناک اوررنج کا آشنا ہوا۔ لوگ اس سے گویا روپوش تھے"۔ بلکہ

تمہاری بدکاریاں تمہارے اورتمہارے خدا کے درمیان جدا ئی کرتی ہیں اورتمہارے گناہوں نے اُسے تم سے روپوش کیا"۔ انہوں نے اس کی آنکھوں پرپٹی باندھی"۔ اورشاید یسعیاہ کی پیشین گوئی یوں پوری ہوئی "۔ اندھا کون ہے مگر میرا بند؟ اورکون ایسا بہرہ ہے جیسے میرا رسول جسے میں بھیجوں گا۔ اندھا کون ہے جیساکہ وہ جوکامل ہے اورخداوند کے خادم کی مانند اندھا کون ہے؟

جب ہم ایسے الفاظ پرغورکرتے ہیں تواُس وقت ہم اندازہ لگاسکتے ہیں کہ سیدنا مسیح کیسی سخت مصیبت اورتکلیف کی حالت میں سے گذراہوگا۔ جب اُس نے چشم بستہ ہوکر عمداً وقصداً کفر وبیدینی وجہالت کا شخصی تجربہ حاصل کیا ہوگا۔ بے دینی اورکفر کی بے اعتقادی کوئی نئی بات نہیں۔ زمانوں کے شروع سے لوگ انبیائے کرام سے جنہوں نے خدا کی شہادت دی ہے ایسے ثبوت طلب کرتے رہے ہیں جوآجتک اس چرخِ کہن کے نیچے کبھی کسی بات کےلئے طلب نہیں کئے گئے جب کبھی یہ کہا گیا ہے کہ مسیح پر ایمان لاؤ تو اس قسم کے سوالات کا انبارلگ جاتا ہے۔ مثلاً اس کے معجزات کہاں ہیں؟ کیا وہ کوئی نشانات ظاہرکرتا تھا؟ ہم کیوں اس کےکلام پرایمان لائیں؟ کیااُس کی کوئی پیشین گوئی پوری ہوئی ہے"؟ ہمارے پیغام پرکون اعتقاد لایا ور خداوند کا بازوکس پرظاہرہوا؟"

ہم یا تو مسیح سے منہ پھیرتے یا خود اُسے چشم بستہ کردیتے ہیں اوریوں قائل ہوئے بغیر یا اطمینانِ کلی حاصل کئے بغیر رہ جاتے ہیں۔ سردارکاہن کے ملازموں نے کچھ نہ دیکھا تھا۔ لیکن اس کی ایک نگاہ نے پطرس کی ضمیر پر ایسا اثرکیا تھا کہ وہ نہایت رنجیدہ اورنادم ہوگیا تھا۔ اس کے لئے توبہ ممکن ہوئی کیونکہ اس نے مسیح کی آنکھوں پرپٹی نہ باندھی تھی اوراسی طرح برابرہوتا چلاآیا ہے جیریمی ٹیلر نے بھی اپنے وعظ میں جو مقدسین کے ایمان اورصبرکے متعلق ہے اسی خیال کو مدنظر رکھا ہے۔

" اس کی موت دفعتہً اوریک بارگی نہ ہوئی ۔ بلکہ وہ ایک برہ تھا جو دنیا کے شروع سے ذبح کیا گیا تھا۔ کیونکہ وہ بقول مقدس پولینس ہابیل میں قتل کیا گیا تھا۔ وہ نوح کی صورت میں سمند رکی لہروں سے ٹکرایا گیا تھا۔ جب ابراہیم اپنے شہر سے بلایا گیا اوروہاں سے نکل کر آوارہ پھراتو مسیح ہی اس کی ذات میں پھرتا رہا۔ اضحاق کی صورت میں قربانی کے لئے نذرکیا گیا۔ یعقوب کی

صورت میں ستایا گیا ۔ یوسف کی صورت میں بیچا گیا۔ سمسون کی صورت میں اندھا کیا گیا۔ موسیٰ کی صورت میں اس کی توہین ہوئی ۔ یسعیاہ کی صورت میں آرے سے چیرا گیا۔ یرمیاہ نبی کی صورت میں کنوئیں میں ڈالا گیا کیونکہ یہ سب مسیح کی مصیبت کے نمونے اورنشان تھے۔ پھر اس کا دکھ اس کے زندہ ہونے کے بعد جاری رہا۔ کیونکہ وہی اپنے بندوں کی ذات میں ستایا جاتا ہے۔ وہی تمام بدکاروں کے انکار کی برداشت کرتا ہے وہی زندگی کا مالک ہے جو اپنے خادموں کی مصیبت اورتکلیف ، سرکشوں کی بغاوت ، منحرفوں اورمنکروں کے انکار اور ظالموں کے ظلم، غاصبوں کی بے انصافی او رکلیسیا کی ایذارسانی کے وقت بے عزت کیا جاتا اور دوبارہ صلیب پر کھینچا جاتا ہے۔ مقدس ستفینس میں وہی پتھراؤ کیا گیا۔ مقدس برتلمائی کی صورت میں اُسی جلد کھینچی گئی۔ مقدس لارنس کی صورت میں وہی آگ کے شعلوں پر بریاں کیا گیا مقدس اگنیشئیس کی ذات میں وہی شیروں کے آگے ڈالا گیا۔ پولی کارپ کی صورت میں جلایا گیا او روہی اس جھیل میں سردی کے باعث یخ ہوگیا جہاں کپدوکیہ کے چالیس شہید کھڑے کئے گئے ۔ مقدس ہلئیری کا قول ہے کہ مسیح کی موت کی ساکریمنٹ ہرگزپوری نہیں ہوسکتی جب تک انسانیت کی تمام مصائب برداشت نہ کی جائیں"۔

پس اگرہمارے زمانہ میں بھی لوگ ہمارے منجئی کوروپوش کرتے یا اس کو بے عزت کرتے اوراس کا مضحکہ اڑاتے ہیں تو ہمیں یہ دیکھ کر حیرت زدہ نہیں ہونا چاہیے ۔ خواہ حضرت محمد کا مقصد کچھ بھی ہو اورخواہ اس نے اورکچھ کیا ہو یا نہ کیا ہو اس نے مسیح کو روپوش ضرورکیا ہے۔ گویا مسیح یعنی آفتابِ صداقت پر محمد یعنی ماہِ مکہ کا گرہن لگا ہے۔

ہرنیا مذہب یا فلسفہ جدید لوگوں کو انجیل سے منحرف کرتا ہے تب ہی کامیاب ہوتا ہے جب پہلے مسیح کو روپوش کرلے۔ وہ جو اس کی آنکھوں میں ایک باردیکھ لیتے ہیں اُنہیں کسی اورنور کی ضرورت نہیں رہتی وہ جنہوں نے اس کے چہرے کا دیدار حاصل کرلیا کسی اورہادی اوراہنما کی پیروی کرنا پسند نہیں کرتے"۔ اگرہماری خبری پر پردہ پڑا ہے توہلاک ہونے والوں ہی کے واسطے پڑا ہے یعنی اُن بے ایمانوں کے واسطے جن کی عقلوں کو اس جہان کے خدا نے اندھا کردیا ہے تاکہ مسیح جو خدا کی صورت ہے۔ اسکے جلا کی صورت کی روشنی اُن پر نہ پڑے۔ کیونکہ

ہم اپنی نہیں بلکہ سیدنا مسیح کی تبلیغ کرتے ہیں کہ وہ مولا ہے۔ اوراپنے حق میں یہ کہتے ہیں کہ سیدنا مسیح کی خاطر تمہارے غلام ہیں اس لئے کہ خدا ہی ہے جس نے فرمایا کہ تاریکی میں سے نور چمکے اوروہی ہمارے دلوں میں چمکاتاکہ خدا کے جلا ل کی پہچان کا نوریسوع مسیح کے چہرے سے جلوہ گرہو"۔

وہ جو عقل کی آنکھیں بند کرکے تاریکی میں چلتے ہیں اکثراوقات خود پہلے مسیح کو روپوش کرنے سے روشنی کوچھپادیتے ہیں۔ خواہ اُن الفاظ " یعنی دنیا کے سردار" کا مطلب کچھ ہی ہولیکن اس میں یقیناً وہ شیطانی اختیارضرورشامل ہے جو لوگوں کو ہمارے نجات دہندہ کے جلال کا مشاہدہ کرنے سے باز رکھتا ہے اور وہ زمانہ کی اس روح سے متعلق ہے جو بدعتی خیالات دنیاداری کے مسائل اورعقیدے ۔ عیارانہ چالیں اور فتنہ سازیاں ، نجس اورناپاک تحریکیں اورمروجہ عقائد جو زمانہ میں شک وشبہ اورکفر وبے دینی کا ماحول پیدا کرکے ایمان کی بیخ کنی کرتی ہے۔ کورباطنی بے دینی کی پیشروبلکہ اُس کا موجب ہے۔ کورباطنی انجیل پرپردہ ڈالنے ، خدا کے صریح اورروشن کلام کو پیچیدہ بنانے اورصداقت کی جانب سے آنکھیں موند لینے کا نتیجہ ہے۔ مسیح نے فرمایا ہے" میں دنیا میں عدالت کے لئے آیا ہوں تاکہ جو نہیں دیکھتے وہ دیکھیں اورجو دیکھتے ہیں وہ اندھے ہوجائیں"۔

پھر ایک مرتبہ چشم بستہ مسیح کی اُس دردناک تصویر پر غورکروجو سنہیڈرن کے بدمعاشوں کے درمیان کھینچی گئی ہے۔ اس چہرہ پر نظرکروجو صبح صادق اورالوہیت کے نور سے منور ہے۔ لیکن چشم بستہ ہے اورتپھڑوں کی مار سے اُس کے سرخ رخساوں سے جوئے خون جاری ہے۔ زبورنویس فرماتا ہے اپنے مسیح کے منہ پر نگاہ رکھ اوریہاں پر ہم اُس کے چہرے کو مصیبت زدہ نجات دہندہ کی اصلی صورت میں دیکھتے ہیں۔

دیکھ وہ مردغمناک جومارا کوٹا، ستایاہوا، ذلیل کیا ہوا اور بندھا ہوا ہے لیکن اپنی زبان سے ایک آوازتک نہیں نکالتا اورجاں نثاری لی خاموشی نے اس کے لبوں پر مہر سکوت لگادی ہے"۔ ہمیں نبوت سے بتاکہ کس نے تجھے مارا"۔ اس آیت کا جواب ہم اپنے دلوں سے طلب کریں۔ مسیح نے فقط اس لئے مصیبت نہ اٹھائی کہ ہمیں گناہ اوراس کی لعنت سے رہا کرے بلکہ وہ دکھ اٹھاکرہمیں ایک نمونہ دے گیا ہے تاکہ اس کے نقش قدم

پرچلیں۔ اپنی مصلوبیت کے ایک ایک واقعہ سے دنیا کا صلیب بردار ہمارے کانوں میں یہ کہہ رہا ہے " میری پیروی کرو جرات اور دلیری کے ساتھ زندگی گزرانو اورہرایک مصیبت کا بغیر کڑ کڑائے کمال عاجزی اوربُردباری کے ساتھ مقابلہ کرو۔ رنج والم اور غصہ وغضب ۔ دل شکن زجرو توبیخ کوخوشی سے قبول کرو۔ اپنے عیب لگانے والوں کے سامنے خاموش کھڑے رہو۔ انجیل اورمیری دلیری سے برداشت کرو۔ میرے ساتھ ناکامیابی کے پیالہ میں سے پینے سے انکارنہ کرو جو اکثر اوقات جامِ موت سے بھی ملخ ترہوتا ہے۔یعنی تضحیک کی جان کنی جو موت کی جان کنی سے بھی زیادہ پردرد اورالم ناک ہوتی ہے"۔

جب ہم عدالت کے کمرے اورچشم بستہ مسیح پر نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کس طرح اُس نے اُن گنہگاروں کی مخالفت اورتوہین کی برداشت کی تو اس وقت ہم اپنی ملامت اورحقارت کو برداشت کرنے میں پست ہمت اورآزردہ خاطر نہیں ہونگے"۔ جب میرے سبب لوگ تمہیں لعن طعن کرینگے اور ہر طرح کی بُری باتیں تمہاری نسبت ناحق کہینگے تو تم مبارک ہوگے۔ خوشی کرنا اور نہایت شادمان ہونا کیونکہ آسمان پر تمہارا اجر بڑا ہے۔ اس لئے لوگوں نے نبیوں کوبھی جوتم سے پہلے اسی طرح ستایا تھا"۔ یہ آخری اورسب سے عظیم خوشخبری ہے ہاں یہ اُن کی خوشخبری ہے جو مسیح کی ازابتداتا انتہا پیروی کرتے ہیں۔ یعنی گتسمنی سے لے کر گلگتا تک۔

خدا کے دوستوں کی خفیہ جماعت میں شریک ہونے کی پہلی شرط یہ ہے کہ ہم دنیا کی مسند عدالت کے سامنے اُس کے ہمراہ کھڑے ہوں اور دنیا کے مذہب اس کی تہذیب اوراسکے اختیار حکومت کے ہاتھوں کبھی تواس کے ساتھ ٹھٹھوں میں اڑائے جائیں۔ کبھی اُن کی خوشنودی بھی حاصل کرلیں اورکبھی باہمی غلط فہمیوں کا بھی شکارہوجائیں حکمتوں کے ہاتھوں جنکو دنیا نے حقیقت کو موردالزام ٹھہرانے کےلئے معیارمقررکر رکھا ہے۔ جب ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ دنیا اس قابل نہیں کہ وہ ہمیں وہ حقیقی بادشاہت دے سکے جس کی ہم تلاش کررہے ہیں اُس وقت ہم دنیا کی ہمدردی کھوبیٹھے ہیں اوراُس کی حس مشترک کی توہین کرتے ہیں۔ وہ مسند عدالت کے رُوبرو اس خیال کے ساتھ داخل ہوتی ہے کہ ہماری طبیعت کے سرکش عنصر کے ساتھ عقلمندی سے پیش آئے گی اورہماری بیوقوفی کی

برداشت کرے گی۔ پھر جہالت، کاہلی اوربزدلی بڑی تسکین سے ہمیں ملامت کرتی ہیں جس طرح سے کہ انہوں نے اول اورواحد بے عیب ہستی کی تھی۔ (اقتباس از" دی پاتھ اوف ایٹرنل وزڈم" من تصنیف جان کارڈیلیئر)۔

باب چہارم

"انہوں نے سیدنا عیسیٰ کو باندھا۔ انہوں نے اُس کے منہ پر تھوکا"

سیدنا مسیح اپنی صلیب اٹھا کر عین اُسی طرح لے گیا جس طرح اضحاق پہاڑ پر لکڑیاں لے گیا۔ سیدنا عیسیٰ اُسی طرح باندھا گیا جس طرح اضحاق باندھا جاکر مذبح رکھا گیا"۔ اورجب وہ اس مقام پر جس کی بابت خدا نے اُس سے کہا تھا پہنچے۔ تب ہاں ابراہیم نے ایک قربان گاہ بنائی اورلکڑیاں چنیں اوراپنے بیٹے اضحاق کو باندھا اوراُسے قربان گاہ پر لکڑی کے اوپر دھردیا" (پیدائش ۲۲: ۹) پس اہل یہود کا اضحاق کی اس قربانی کو اس قدر اہمیت دینا اورہرسال نہایت سنجیدہ طورسے کوہِ موریا کے اس واقعہ کی یاد کو تازہ رکھنا بلاوجہ نہ تھا۔ راسخ الاعتقاد یہودیوں کا عقیدہ اُنکے نئے سال کی مقررہ ترتیبِ نماز میں مرقوم ہے اوروہ مندرجہ ذیل ہے:

" اے خداوند خداتوہمارے حق میں اپنا وہ وعدہ یاد فرما جو تونے ہمارے باپ ابراہیم سے کوہ موریا پر کیا تھا۔ اس کی

محبت پر غور فرما جواُس سے اس وقت ظاہر ہوئی جب اُس نے اپنے بیٹے اضحاق کو باندھ کر قربان گاہ پر رکھا۔ اُس نے اپنی مہر پدری کو ضبط کیا تاکہ تیری مرضی اپنے تمام دل سے بجالائے۔اسی طرح تیری محبت تیرے اس قہر کو جو ہمارے خلاف بھڑکتا ہے فرد کرے اورتیری بڑی خوبی کے باعث تیرا غضب وعتاب تیری قوم تیرے شہر اورتیری میراث کی طرف سے ہٹ جائے۔آج تواس کی اولاد کے حق میں اضحاق کا باندھا جانا یاد کر" ۔ ڈاکٹر میکس لینڈ سبرگ فرماتےہیں"۔ زمانہ کی رفتار کے ساتھ عقیدہ کی اہمیت بھی بہت بڑھ گئی ہے۔ ہگادیسی کتب میں اس کی جانب بے شمار اشارات موجود ہیں اُسی کی بناء پر مغفرت کے حقوق قائم کرکے روزانہ نماز صبح میں درج کئے گئے۔ جرمن یہودیوں کے توبہ کے ایام کی نمازوں پر ایک اورحصہ کا اضافہ کیا گیا جو عقیدہ کے نام سے نام زد ہے"۔

کیا یہ دعا مسیح کے زمانہ میں رائج تھی؟ اکثر اوقات قربانیاں مذبح کے سینگوں سے باندھی جاتی تھیں اورذبحیہ کے باندھے جانے کے موقع پر خاص رسوم ادا کی جاتی تھیں۔ہیکل کی قربانیوں سے متعلق خواہ کچھ ہی رسوم رائج ہوں لیکن ممکن ہے جب سیدنا مسیح کو باغ گتسمنی سے باندھ کر لے جارہے تھے تواس کے شاگردوں کو یہ خیال گذرا ہوکہ" خدا کا برہ" اس عظیم الشان قربانی کے لئے لے جایا جاتا ہے۔ اضحاق کی قربانی جس کا محض ایک نمونہ تھی۔

تین انجیل نویس بالخصوص مسیح کے باغ میں اور پیلاطس کے رو برو باندھے جانے کا مکرربیان کرتے ہیں۔ یوحنا مقدمہ سے پیشتر کا بیان کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہے"۔ تب سپاہیوں اوراُن کے صوبہ داروں اوریہودیوں کے پیادوں نے یسوع کو پکڑکر باندھ لیا۔ اورپہلے اُسے حنا کے پاس لے گئے کیونکہ وہ اُس برس کے سردارکاہن کائفا کا سسر تھا۔۔۔ پس حنا نے اُسے باندھا ہوا سردارکاہن کے بھیج دیا "۔ وہاں انہوں نے یسوع کو ٹھٹھوں میں اڑایا اوراُس کے منہ پر تھوکا پھر" جب صبح ہوئی تو سب سردارکاہنوں اور قوم کے بزرگوں نے یسوع کے خلاف مشورہ کیاکہ اُسے مارڈالیں اوراُسے باندھ کر لے گئے اورپیلاطس حاکم کے حوالہ کیا" (متی ۲۷: ۱تا ۲) مرقس فرماتا ہے" سردارکاہنوں نے بزرگوں اورفقیہوں اورسارے عدالت والوں سمیت صلاح کرکے یسوع کو بندھوایا اورلے جاکر پیلاطس کے حوالہ کیا"۔

پس ہمارے مولا نے سب سے پیشتر باغ گتسمنی میں
زیتون کے درخت کے نیچے اپنے ہاتھ پھیلائے تاکہ اُسے باندھ لیں۔
پطرس کا بے نشانہ تلوار چلانا ہی سپاہیوں کے ڈرانے کے لئے
کافی تھی۔ انہوں نے اُس کے ہاتھ باندھ لئے جس کا آخری کام یہ
تھاکہ اپنے ہاتھ باندھے جانے سے پیشتر ملخس کے کان کو چنگا
کرلے۔ شاید دشمنوں نے پس پشت اُس کے ہاتھ رسیوں سے
باندھے ہوں بعد ازاں اُس کے شاگرد اُسے اکیلا چھوڑکر فرار ہوگئے۔
اس طرح اُس رات کے ہولناک کھیل کا پہلا سین تمام ہوا۔

اُسے یعنی بندھے ہوئے سیدنا عیسیٰ کو کوئی بڑا فاصلہ نہ
طے کرنا پڑا وہ اُسے اُسی دراوزے سے باہر لے گئے جس سے وہ عید
فسح کی عشاء کے بعد اپنے شاگردوں کے ہمراہ باغ کے اندر داخل
ہوا تھا۔ وہ اُسے حنا کے محل میں لے گئے جو گذشتہ سال سردار
کاہن تھا وہاں سپاہیوں نے اُس کے ہاتھ کھول دئیے اوراپنے اپنے
گھر چلے گئے۔ کیونکہ اس کے بعد رومی سپاہیوں کا کچھ ذکر نہیں پایا
جاتا۔ یہاں مسیح نے حنا اورکائفا کے روبرو اُن کے خفیہ اوردلی
بغض اورحسد کا تجربہ کیا جن کے متعلق کہا گیا ہے" ہارون کی
اولاد نہایت گستاخ کمینے اورشہوت پرست" جن کے نام اُن کے
ہمعصرین لعنت کے ساتھ دبی آواز سے اپنی زبان پر لاتے تھے۔
یہاں ہمارے آقا ومولا کومنہ پر پہلا تپھڑ لگایاگیا۔ شائد وہ کسی
ملازم کے ہاتھ سے ہو یا چھڑی سے ہو۔ لوقا کے بیان کے مطابق
اُس مقدمہ کی جھوٹی سماعت کے بعد جو اُن جھوٹے گواہوں کے
سامنے ہوئی اورموت کے فتویٰ کے بعد کہ جس کا فیصلہ پہلے
ہی ہوچکا تھا۔ کائفا کے ملازموں اورسپاہیوں نے اُس بے کس
ولاچار قیدی سیدنا مسیح کا مضحکہ مذاق اڑایا۔ اُسے بے عزت
وذلیل کرکے سخت بے رحمی سے اُس کے ساتھ پیش آئے۔
لیکن ان تمام طعنہ زنی اورذلت وخواری اورضربوں نے جو اس
بے چارے تنہا مصیبت زدہ پر لگائی گئیں"۔ جو درحقیقت بے
کس ولاچار نہ تھا بلکہ خود ہی ارادتاً مقابلہ نہ کرتاتھا۔ جو واقعی
شکست خوردہ نہ تھا۔ بلکہ برعکس اس کے فقط فساد سے گریز
کرتا تھا۔ جو دراصل عاجز نہ تھا بلکہ فقط اپنی مرضی سے آپ
کے دشمنوں کے حوالے کئے ہوئے تھا"۔ نہ فقط انسانیت کے
سفلہ پن اوراس کی لعنت کو عالم آشکارا کیا بلکہ انہیں۔ مسیح ابن
اللہ پر ڈال کر انہیں بیخ وبن سے اکھاڑپھینکا اس اثنا میں جب کہ وہ

اپنی قوم کے ذریعہ سے ٹھکرایا جارہا تھا اوراُن کی نفرت اورکینہ کا اظہار ہورہا تھا یسوع بندھا کھڑا تھا۔

دنیا کے آغاز سے لے کر اب تک ایسے ہاتھ پہلے نہیں باندھے گئے تھے۔ عہدِ عتیق کے بندھے ہوئے ہاتھوں کا بیان سیدنا مسیح کے ذہن میں روشن تھا۔ کیا وہ اس کے ستانے والوں کو بھی یاد تھا؟ کیا شمعون نے اپنے ہاتھوں کو اپنی رضامندی سے پیش کیا۔ جب یوسف نے اسے ضامن قراردے کر قید کرلیا۔ تاکہ وہ یعنی یوسف اپنے بھائی بنیمین کو پھر ایک مرتبہ دیکھ سکے؟ سورما سمسون کئی بار باندھا گیا۔ لیکن اُس نے اُن کے مضحکہ اڑایا۔ جنھوں نے اسے رسیوں اوربید کی چھالوں سے باندھا تھا۔ اُس نے اپنے بندھنوں کو اس طرح توڑا" جس طرح سن کے تار جس میں آگ سے جھلسنے کی بوآئے" توڑے جاتے ہیں اورخدا نے اُسے اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک اُس نے خدا کو نہ چھوڑا۔ یرمیاہ رسیوں سے باندھا ہوا ایسے کنوئیں میں پھینکا گیا تھا۔ جس میں پانی کے عوض کیچڑ تھا۔ لیکن خدا نے اُسے رہائی بخشی۔ خدا نے دانی ایل کے تینوں رفیقوں کو بچایا جو باندھے ہوئے آگ کی بھٹی میں ڈال دئیے گئے تھے۔ ان سب کے ہاتھ باندھے گئے لیکن یہ فقط اُن کے جسمانی ہاتھ تھے۔ مسیح آگ کی بھٹی میں اُس چوتھے شخص کی مانند تھا جس کی صورت دیوتاؤں کے بیٹے کی سی تھی۔ نہیں نہیں خدا کے بیٹے کی سی ۔ مسیح کے ہاتھوں پر نظر کرو! چارلس بیل اپنے مشہورومعروف مضمون یعنی" خطبہ بردست انسانی" (ایسے آن ہیومن ہینڈ) میں قدرت میں عجیب وغریب ترکیب کی موجودگی کا ثبوت دیتے ہوئے ہاتھوں کی بناوٹ کا بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ دستِ انسانی کی ترکیب وساخت میں بڑے سے بڑے حیوان کے پنجوں کے مقابلہ میں کیسی عجیب وزبردست طاقت موجود ہوتی ہے کہ وہ انسانی ہنرمندی اور دست کاری کے کس قدرمناسب حال ہے۔ لیکن سیدنا مسیح کے ہاتھوں کا بیان کون کرسکتا ہے ۔ جو دیگر انسانی ہاتھوں کی طرح پڑھے جاسکتے ہیں اور جن سے نہ فقط اُس کے ایک کامل شخصیت بلکہ کامل اوصاف اورچال چلن کے مالک ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ یہ بندھے ہوئے ہاتھ کبھی معصوم بچوں کے ننھے ننھے ہاتھوں کی مانند مقدسہ مریم کی چھاتیوں پررکھے جاتے ہونگے یہ ہاتھ بڑھئی کے کام کو محنت وجفاکشی سے انجام دیتے ہونگے اورشہر ناصرت کے دہقانوں کے لئے ہلوں کو ہلکا سناکربیلوں

کےلئے اُن کے بارکوکم کرتے ہونگے۔ ہاں یہ ہاتھ کوڑھیوں ،لنگڑوں لنجوں اوراندھوں کوشفا بخشنے کے لئے پھیلائے جاتے تھے یہ ہاتھ پرُمحبت اورپرُشفقت تھے۔ جب مائیں اپنے بچوں کو اُس کے پاس لاتی ہونگی تو وہ انہیں گود میں لے کرانہیں ہاتھوں کو اُن کے سروں پر رکھ کرانہیں برکت دیتا ہوگا۔ اُس کی انگلیاں اُن کے نرم نرم رخساروں اوراُن کے خوبصورت بالوں کو محبت سے چھوتی ہوں گی ۔ یہی ہاتھ تھے جنہوں نے ہیکل میں مٹی گوندھ کرایک مادرزاد نابینا شخص کی آنکھوں پر لگا کراسے بینائی بخشی تھی۔ جسکے باعث اُن عقل کے اندھوں کا غضب اورکینہ اوربھڑکا اورجن کوکورباطنی یسوع کے عجیب وغریب کاموں اوراُس کے معجزانہ کلام کے باوجود بھی برابر قائم رہی۔ یہی وہ ہاتھ تھے جنہوں نے رسیوں کو کوڑا بنایا اورجائز اورواجب غضب کے ساتھ اُن کے لگایا جنہوں نے اس کے باپ کے گھرکوتجارت کا گھر اور چوروں کا کھوہ بنالیا تھا۔ یہ وہ ہاتھ تھےجنہوں نے مشرقی مہمان نوازی کے دستور کے مطابق آخری عشاء کے موقع پر یہوداہ اسکریوتی کو جس نے اُسے پکڑوایا تھا نوالہ دیا تھا۔ انہی ہاتھوں سے یسوع نے یہ جان کر کہ باپ نےسب چیزیں میرے ہاتھ میں کردی ہیں اورمیں باپ کے پاس سے آیاہوں اورخداہی کے پاس جاتا ہوں تولیہ لیا اوراپنی کمر باندھ کراپنے شاگردوں کے پاؤں دھوئے تھے بلکہ یہوداہ اسکریوتی کے بھی۔ یہی وہ ہاتھ تھے جوسنسان پہاڑوں کی چوٹیوں پر دعامیں اٹھتے تھے۔ اورآخر کاریہی ہاتھ باغ گتسمنی میں جان کنی کی حالت میں دعا وشفاعت کے لئے جوڑے جاتے تھے۔ اس وقت یہ بندھے ہیں اورکچھ عرصہ کے بعد اُن میں میخیں ٹھونکی جائیں گی ۔ انہی ہاتھوں سے شکر کرتے ہوئے یسوع نے روٹی توڑی اورپیالہ اٹھایا جبکہ اسنے فرمایا" لوکھاؤ یہ میرا بدن ہے۔ ۔۔۔۔تم سب اس میں سے پی لو کیونکہ عہد کا میرا وہ خون ہے جو بہتیروں کے گناہوں کی معافی کےلئے بہایا جاتا ہے"۔

اب اس آخری پیشین گوئی کی تکمیل کا وقت آپہنچا ۔اُس کا بدن جلد توڑے جانے کو ہے اوراس کا عہد کا خون گنہگاروں کےلئے بہائے جانے کو ہے"۔ اورانہوں نے یسوع کو باندھا"۔ اے باپ ان کو معاف کرکہ یہ جانتے نہیں کہ کیا کرتے ہیں"۔

جب پولوس کے برخلاف لوگوں نے شور مچایا کہ اُسے کوڑے لگائے جائیں تو رومی پلٹن کے سردارکو معلوم تھا کہ ایک

رومی آدمی کو بغیر فتویٰ لگائے کوڑے لگوانا خلافِ قانون ہے" اور پلٹن کا سردار بھی یہ معلوم کرکے ڈرگیا"۔ لیکن یہ لوگ نہ ڈرے۔ عبرانیوں کے خط کے راقم نے مسیح کے باندھے جانے کا بیان چشم دید گواہوں سے لیا تھا اوراس نے اپنے زمانہ کے مردوزون کا حال لکھتے ہوئے جواُن دنوں میں اپنے ایمان کے باعث قید کئے جاتے تھے یوں فرماتا ہے " قیدیوں کو اس طرح یادرکھو کہ گویا تم اُن کے ساتھ قید ہو"۔ لیکن مسیح کو یاد کرنے والا کوئی نہ تھا یہاں تک کہ پطرس نے بھی اس کی قید سے شرماکر یہ کہا " میں اس آدمی کو نہیں جانتا"۔

وہ کون تھے جس نے ہمارے نجات دہندہ کے ہاتھوں کو پہلے باغ گتسمنی اور پھر کمرہ عدالت میں باندھا؟ کیا رومی سپاہیوں نے اُس کے ہاتھ باندھے؟ ہاں انہوں نے ایسا کیا محض سپاہیوں کی حیثیت میں اپنا فرض ادا کررہے تھے۔ کیا یہوداہ نے اپنی قبیح اورشرم ناک حرکت پراس علامتِ خوف کا اضافہ کیا؟ ہم یہ پڑھتے ہیں کہ بعد میں " حنا نے اُسے بندھا ہوا کائفا سردار کاہن کے پاس بھیج دیا" کیا پیلاطس اس جُرم کا مرتکب نہ ٹھہرا جب اس نے قیدی کو بندھا ہوا رہنے دیا اوراس کو کوڑے لگوانے کا حکم دیا۔ جس کا ابھی مقدمہ بھی نہ ہوا تھا اورنہ جس پر ہنوز فتویٰ لگا تھا اورجس میں اس نے کوئی قصورنہ پایا تھا۔

دیکھو دیکھو اُس مردِ غم ناک کو! یہاں ایک اور پرومیٹھیس قید ہے یہ وہ ہے جو بغیر دھوکا اورفریب دیئے آسمان سے آگ، زندگی اور نور لاتا ہے۔ یہ وہ ہے جو انسان کو از سر نوپیدائش اوراُسے آسمان کی بہترین اوربیش بہا نعمتیں عنایت کرتا ہے۔ پرومیتھیس کو توتیس سال کی سخت قید کے بعد ہرکیولیز نے رہا تھا۔ مسیح کو حنا۔ کائفا ، یہوداہ اورمیں نے اورآپ نے بندھوایا تھا۔ وہ اب تک قیدوبند میں مبتلا ہے اور انیس صدیوں سے برابر ازسر نوصلیب پر کھینچا جاتا ہے۔ دست بستہ مسیح اس وقت ہمارے پاس موجود ہے رابرٹ کیبل کہتا ہے کہ دست بستہ عیسیٰ ناصری اب تک قریب قریب نصف دنیا کے گلی کوچوں میں پھرتا رہتا ہے۔ جب کبھی کسی جگہ کوئی بے دست وپا لنگڑا لنجا بچہ اپنے والدین کے گناہ کے باعث اُس رنج آلود دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو مسیح کو اُس وقت پھر وہ پیالہ پینا پڑا ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ حالانکہ اس کے ایسا کرنے سے آخر کارباپ کی مرضی کہ" ان چھوٹوں میں سے ایک بھی ہلاک نہ

ہو"۔ پوری ہوتی ہے۔ جہاں کہیں کوئی گمراہ اور مسلول روح بھٹکتی پھرتی ہے وہاں ضرور کوئی یہوداہ اپنے خداوند کو چند نفرتی درموں کے عوض پکڑواتا ہے۔جب کبھی مسیح کا کوئی لاف زن شاگرد یاروں اوردوستوں کی مجلس میں بیٹھ کر اپنی کم ہمتی اورکم اعتقادی کیوجہ سے آزمائش کے وقت اپنے خداوند کا انکار کرتا ہے تو اس وقت مسیح پھر دوبارہ اپنے ساتھیوں اور دوستوں کے درمیان ذلیل ورسوا کیا جاتا ہے۔ بلکہ یہ ضربیں رومی سپاہیوں کی ضربوں سے شدید ترہوتی ہیں۔ لیکن جہاں کہیں قصداً اورارادتاً گناہ کیا جاتا ہے وہاں پر توگویا مسیح کو صلیب پر لٹکاکراُس کا دل برچھی سے چھیدا جاتا ہے۔

(۲)

"انہوں نے اُس کے منہ پھر تھوکا" ۔ اُس کے جسم پر نہیں بلکہ اُس کے منہ پر تھوکا۔ یونانی میں جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ بالخصوص اس حرکت کی کمینگی پر زور دیتا ہے ۔ مرقس اوریوحنا نے جہاں مسیح کے تھوک کر مٹی ساننے اوراُس نابینا شخص کی آنکھوں پر لگانے اوراُس کو بینائی بخشنے کا ذکر کیا ہے وہاں ایک اوریونانی لفظ استعمال کیا ہے (مرقس ۷: ۳۳، ۸: ۲۳،یوحنا ۹: ۶)

تھوکنا زمانہ قدیم سے لے کر اس وقت تک دنیا میں بے عزت کرنے کے طریقوں میں سے ایک تصورکیا جاتا ہے بعض ایسے جانور ہیں مثلاً مینڈک بلی اور زہریلے پھنیر سانپ جنہوں نے شاید وحشی انسان کو یہ بیہودہ حرکت سکھائی ہو۔

میرا ایک ہم خدمت تھا جو مدت دراز سے ملکِ عرب میں مشنری ڈاکٹر کی حیثیت میں خدمت کرکے وہاں کے باشندوں کے نزدیک ہردل عزیز بن گیا تھا۔ وہ اُس کی عزت وتوقیر بھی کرنے لگے تھے۔ ایک روزوہ ایک مکان میں بیٹھا تھاکہ صحرا سے ایک متعصب وہابی اندرداخل ہوا۔ وہ علاج کی خاطرنہ آیا تھابلکہ محض اس لئے کہ ڈاکٹر کے منہ پر تھوکے۔ مشنری نے فوراً راست وواجب غصہ اورتمام مریضوں کی رضامندی کے ساتھ اس شخص کو اپنے جسمانی زورکا ایسا مزا چکھایا جس کا وہ بجا طورپر مستحق تھا اہلِ مشرق کے نزدیک اس سے بڑھ کر اورکوئی بے عزتی نہیں۔ عہد عتیق میں اس کی مثالیں موجود ہیں" تب خدا نے موسیٰ کو فرمایا کہ اگر اس کے باپ نے اس کے منہ پر تھوکا ہوتا توکیا وہ سات دن تک بھی شرمندہ نہ رہتی؟(گنتی ۱۲: ۱۴)۔ تو اس کے بھائی کی جوروبزرگوں کے سامنے اُس کے نزدیک

آئے اوراُس کے پاؤں سے جوتی نکالے اوراُس کے منه پرتھوك دے اورجواب دے اورکہے که اُس شخص کے ساتھ جو اپنے بھائی کا گھر نه بنائے یہی کیا جائے گا"(استشنا ۲۵: ۹) وہ مجھ سے گھن کھاتے۔ وہ مجھ سے دوربھاگتے ہیں اورمیرے منه پر تھوکنے سے باز نہیں رہتے"(ایوب ۳۰: ۱۰)۔

اس پر ہمیں یسعیاه نبی کی پیشین گوئی کا اضافه کرنا چاہیے جو اُس نے مسیح کے متعلق کی تھی جو سچائی اورخوبی سے معمور ہوکر اپنی قوم کی ذلت اوربے عزتی کی برداشت کرتا ہے"خداوند یہوداہ نے مجھ کو علماء کی زبان بخشی تاکه میں جانوں که اُس کی جو تھکاماندہ ہے کلام ہی سے کمک کروں۔ وہ مجھے ہر صبح جگاتا ہے اورمیرا کان ابھارتا ہے که عالموں کی طرح سنوں۔ خداوند یہوداہ میرے کان کھولتا ہے اورمیں باغی نہیں ہوں اورنه برگشته ہوتا ۔میں اپنی پیٹھ مارنے والوں کو دیتا اور اپنے گال اُن کو جو بال کو نوچتے۔ میں اپنا منه رسوائی اورتھوك سے نہیں چھپاتا"(یسعیاہ ۵۰: ۴تا ۶)۔

کیا مسیح نے اپنی ہولناك موت کی پیشین گوئی کرتے ہوئے خوداُس پیشین گوئی کا حواله نه دیا تھا؟ دیکھو ہم یروشلیم کو جاتے ہیں اورابنِ آدم سردارکاہنوں اورفقیہوں کے حوالے کیا جائے گا۔۔۔۔۔ اوروہ اُسے ٹھٹھوں میں اڑائیں گے اوراس پر تھوکیں گے اوراُسے کوڑے ماریں گے اورقتل کریں گے"(مرقس ۱۰: ۳۳: ۳۴)۔

یہاں پر ہم اس انتہائی بے عزتی کو دیکھتے ہیں جو ہمارے نجات دہندہ کے ساتھ روا رکھی گئی ۔ سٹاکر کا قول ہے که انسان کی فطرت میں نہایت مکروہ اورقبیح صفات پائی جاتی ہیں۔ جن پر نظر ڈالنا ہی خطرناك ہوتا ہے۔ مسیح کی صفاتِ کامله وحسنه کے مقابله میں ہی اس کے مخالفین کی سب سے قبیح او ربدترین خصائل ظہورمیں آئیں۔اب چونکه وہ اس دشمن کے قبضه میں آجاتا ہے۔ جس کو وہ برباد کرنے آیا تھا تو دشمن کی تمام قباحت وبدصورتی ظاہر ہوتی ہے اور وہ اپنا تمام زہراگل دیتا ہے خونخوار درندے کی مانند دشمن اپنے پھاڑڈالنے والے پنجه سے اُس کے گوشت کو نوچتا ہے اوراپنی نجس اورغلیظ سانس اُس کے دہن مبارك میں پھینکتا ہے۔ اس کا اندازہ لگانا ہمارے تصور وقیاس سے بعید ہے که اسکے شاہانه مزاج اوراس کی نازك طبیعت پر اُس بے حرمتی اوررسوائی کا کیا اثر ہوگا۔

وہ کون لوگ تھے جو بارباراس خوفناک حرکت کے مرتکب ہوئے؟ انجیلی بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے یہودی علماء اورہادیان دین اوراُن کے بعد اُن کے ملازم اوررومی پلٹن کے سپاہی تھے۔ جنہوں نے اُسے بےعزت کیا" (متی ۲۶: ۶۷، ۲۷: ۳۰) کیا اہل ایشیا۔کیااہل یورپ اورکیا اہل شام سب نے اپنے غضب اورحقارت کو اُس کے پاک اورمبارک چہرہ پر تھوک کی صورت میں اُگل دیا" تاکہ ہرایک کا منہ بند ہوجائے اورساری دنیا خدا کے نزدیک سزا کے لائق ٹھہرے" لیکن سب سے پہلے یہ اُس کی اپنی قوم نے کیا اوروہ جو اسے بخوبی جانتے تھے بلکہ اپنی کتبِ مقدسہ کے پیش نظر اُس بےعزتی کے معانی سے بھی خوب واقف تھے۔

یہ اس امر کا کیا ہی عمدہ ثبوت ہے کہ گناہ اوربے دینی نہایت ہی بُری طرح انسانی عقل اورانسانی خیالات کے تنزل اور پستی کا باعث ہوتے ہیں۔ کسی پر تھوکنا حقارت کا اظہار ہے۔اُن کے حسد اورکینہ کا زہر اُن کے تاریک دلوں سے باہر نکلا۔ اس نظارہ کی کیفیت جو ناقابلِ بیان ہے کسی مشہور مصور مثلاً ریمبرنٹ کی تصاویر کی تاریک پائین سے مشابہ ہے یعنی اس نظارہ کی تاریک پائین نگاہ انسانی دل کی ظلمت اور سیاہی۔ اس کی انتہائی شیطنیت اورنیک او رمقدس لوگوں کے خلاف اُس کی بزدلانہ حقارت کے مترادف ہے۔

جب تک انہوں نے اُسے گرفتارکرکے باندھ نہ لیا اوراُس کے چہرے کو چھپانہ لیا وہ اُس پر تھوک نہ سکے اُس وقت سے لے کر اب تک برابر اسی طرح ہوتا چلاآیا ہے۔ تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں موجو دہیں جہاں لوگوں نے مسیح اوراُس کے شاگردوں کےچہروں پر تھوکا۔ شہیدوں کے بیان کی خونی داستان کے ایک ایک ورق پر نہ فقط ظلم بلکہ حقارت اوربےعزتی کی علامات مرقوم ہیں۔ مقدس پولوس نے بھی اس کا احساس کرتے ہوئے کہا" ہم دنیا کے کوڑے اورساری چیزوں کی جھڑن کی مانند رہے" جس وقت کلئیرووکابرنارڈ یہ گارہا تھا؎

ابن خدا کا جس دم آیا خیال دل میں
باقی رہا نہ کچھ بھی رنج وملال دل میں

توبعض لوگ صلیبی جنگوں اورانکویزیشن یعنی مذہبی عدالتوں کی سختی اورظلم کے باعث لوگوں کو مسیح کے نام پر کفر بکنے پر مجبورکررہے تھے۔ کتنے منکروں ، کافروں اور دہریوں نے اپنی دلی حقارت اورنفرت کا غبارسیدنا مسیح پرنکالا ہے۔

یہوداہ اسکریوتی کے زمانہ سے لے کرایک منکر مسیح کی عداوت سے بڑھی ہوئی کسی اورمخالف کی عداوت اب تک دیکھنے میں نہیں آئی۔ نیرو نے مسیحیوں کا خون بہا کر سخت ظلم کیا۔ لیکن یہ اس غیض وغضب کی شدت کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہے جس کا مظاہرہ منحرف جولین نے مسیح کے پیروؤں کے برخلاف کیا"۔ اس نے پہلے خود مسیح کو قبول کیا لیکن بعدازاں مرتد ہوگیا۔ گبن جو پہلے پروٹسنٹ اوررومن کیتھولک تھا اورآخر کاردونوں سے پھرگیا اس کی ایک اورمثال ہے۔ نیٹشے تویہاں تک گرگیا کہ اس نے مسیح خداوند کے خلاف جو ہرزہ سرائی کی ہے وہ تھوکنے کے مترادف ہے۔" مسیحیت کا تصور خدا کہ وہ بیماروں کا دیوتا اورمثل ایک عنکبوت ہے یایہ کہ وہ روح ہے خدا کے تصورات میں سب سے ارزل تصور ہے جس کا خیال بھی شاید ہی کسی کے دل میں آیا ہو۔ شاید وہ خدا کے ہم صورت انسان کا پست ترین درجہ کا تصورہو۔ برعکس اس کے کہ خدا زندگی کو غیرفانی بنائے یا اُسے ازسرنوتبدیل کرے وہ زندگی کے متناقضات کی گہرائیوں میں غرق ہوگیا۔میں مسیحیت کو ایک سخت لعنت سمجھتا ہوں اوراسے انتقام لینے کی بدخو اورایک عظیم قلبی برگشتگی سے تعبیر کرتاہوں۔ جس کےلئے کوئی تدابیر کافی مضر، مکروہ اور فریب وہ ثابت نہیں ہوسکتیں۔ میں اُسے انسانیت کا دائمی بدنما داغ تصور کرتاہوں کیا انسانی حسدوکینہ اس سے تجاوزکرسکتا ہے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس منظر میں جہاں مسیح ذلیل اوربے عزت کیا گیا۔ ایساشیطانی بغض وکینہ کیسا بے تاثیر ٹھہرا۔ وہاں اُس الہٰی نجات دہندہ کی فتح مندوظفر مند خود آگہی کا اظہار ہوتا ہے۔ فتح کا یقین اُس کے مبارک چہرے سے عیاں ہے۔ اُس نے فرمایا" ۔ جب میرے سبب سے لوگ تمہیں لعن طعن کریں گے اورستائیں گے اورہر طرح کی بُری باتیں تمہاری نسبت ناحق کہیں گے تو تم مبارک ہوگے۔ خوشی کرنا اورنہایت شادمان ہوناکیونکہ آسمان پر تمہارا بڑا اجر ہے اسلئے کہ لوگوں نے اُن نبیوں کو بھی جوتم سے پہلے تھے اسی طرح ستایا تھا"۔

اُس شخص کودیکھو!اُس نے ہماری خاطر دکھ اٹھایا اور ہمارے لئے نمونہ چھوڑگیا تاکہ ہم اُس کے نقش قدم پر چلیں تم نے اب تک گناہ کے مقابلہ کرنے میں اپنی جان نہیں لڑائی ۔ ذرا اُس پر غورکروجس نے ملامت کئے جانے پر خود ملامت نہ کی۔ ایک لاطینی گیت کا مضمون مندرجہ ذیل ہے:

" وہ کون ہے جو مصیبت زدہ ہے؟ مسیح جو کلام خدا اورباپ کی حکمت ہے۔ وہ کس مصیبت میں مبتلا ہے؟ کانٹے کوڑے، تھوک اورصلیب کی بے عزتی میں جب خدا اُس طور سے دکھ اٹھاسکتا ہے توتوبھی دکھ اٹھانا سیکھ"۔

جان کارڈیلئیر اپنی کتاب المعروف غیرفانی حکمت کی راہ(دی پاتھ آف ایٹرنل وزڈم) میں یوں لکھتا ہے۔

" جو کچھ ہم یہاں دیکھتے ہیں وہ غیر فانی اوردائمی حکمت کا لبِ لباب اوراُس کی ماہیت ہے۔ یہ وہ راز ہے جو زندگی میں پنہاں ہے۔ یہ وہ کلام ہے جو سب چیزوں کے درمیان ابد تک قائم رہے گا۔ فطرت اورعلم دفن اورمذہب ۔ علمِ حسن و جمال اورمحبت کی مختلف انواع واقسام کی پشت میں آخر کار اُس خلق کرنے والی بہادری اورالوالغری کا ملاحظہ کرتے ہیں جو آخر دم تک برداشت کرتی ہے۔ جب ہماری خاطر جان کنی اورضعف کی حالت میں سے گذری ۔ اُس نے کسی بات سے گریز نہ کیا۔ فقط اس لئے کہ ہماری گمراہ روحیں زیادہ روشنی حاصل کریں۔ وہ واجب الوجود اورناقابل تلاش الوہیت جس کے تصور میں ہم بستے ہیں برہنہ کی گئی اوراپنی اس مخلوق کی کورآنکھیں کے سامنے پیش کی گئی جو محبت کرنے یا نہ کرنے اورنیکی وبدی دونوں کے قابل تھی"۔

باب پنجم

"اورانہوں نے ۔۔۔اُسکے کپڑے قرعہ ڈال کر بانٹ لئے"

اُنہوں نے مسیح کے کپڑے اُتارے ! ہمارے آقا ومولا سیدنا مسیح کے اس خوف ناک تجربہ کا بیان تمام انجیل نویسوں نے کیا ہے۔ مرقس جو خود باغ گتسمنی سے برہنہ بھاگ گیا تھا اس کا بیان کرتا ہے۔ متی اس واقعہ کو مسیحائی زبور کی پیشین گوئی کا تکملہ تصور کرتا ہے ۔ یوحنا بھی اُس زبور کی طرف اشارہ کرتا ہے جس میں دیگر تمام تحریروں کی نسبت مسیح کی موت اوراُس کے دکھ اٹھانے کا بالکل صحیح اوردرست بیان درج ہے۔" وہ میرے ہاتھ اورپاؤں چھیدتے ۔ میں اپنی سب ہڈیوں کو گن سکتاہوں۔ وہ مجھے تاکتے اورگھورتے ہیں"۔

یہ تجربہ مسیح کے دیگر تجربات کی نسبت اُس کو زیادہ تکلیف وہ معلوم ہوا ہوگا۔ خصوصاً اس لئے کہ وہ پاک ذات تھا اورایک شاندار اور بزرگ شخصیت کا مالک تھا۔مقدس یوحنا فرماتاہے کہ" انہوں نے اُس کے کپڑے اُتارے" وہ اپنی ماں کے پیٹ سے برہنہ باہر آیا اوربرہنہ صلیب پر لٹک رہاہے!

پہلے آدم نے اپنے گناہ کے باعث باغِ عدن میں جسمانی واخلاقی برہنگی کا تجربہ حاصل کیا۔ دوسرے آدم نے گناہ آلود جسم کی صورت اختیار کی اوراُس کی وجہ سے ہماری برہنگی کی شرمندگی کاتجربہ کیا۔

کلامِ مجسم ہوا اورلوگوں نے اُس کا جلال دیکھا۔ اس کی رسوائی اوراُس کے ننگ کا ملاحظہ کیالیکن یہ فی الحقیقت اُس کا جلال تھا ۔ سیدنا مسیح کے کپڑے اُتارے گئے۔ یہ اُس کی ذلت اور بے عزتی کی حد تھی۔ اُسے برہنہ کیا گیا تاکہ اُس کی راست بازی کے سبب ہم سفید پوشاک سے ملبس ہوں اورجس وقت موت ہمیں برہنہ کردے تو اُس وقت ہم اپنی برہنگی کے باعث شرمندہ نہ ہوں۔

تمام رومی مصنف اس امر پر متفق ہیں کہ صلیب پر لٹکاتے وقت مجرم کے کپڑے اتارلئے جاتے تھے۔ ہمیں بتایا جاتاہے کہ اہل یہود اپنے مجرموں کو ایک لنگوٹ باندھنے کی اجازت دیتے تھے۔ اس ہیبت ناک نظارہ کی تصویر اُس زمانہ کے مصورین نے بھی یونہی ۔ کھینچی ہے۔ لیکن اس درد انگیز تصویر پر ہمیں اس آخری اورانتہائی بے عزتی کا اضافہ کرنا چاہیے۔ اپنے

پردہ حیا وشرم کو اس بے دردی سے چاک ہوتے دیکھ کر کل
شہدائے کرام بھی خوف زدہ ہوتے تھے بلکہ بعض تو دم صلیب
اُس کے خیال ہی سے کانپتے اور گھبراتے تھے۔ لیکن مسیح نے اُسے
ہماری خاطر گوارا کیا۔ ارمینیوں کے قتل عام میں مسیحی خواتین
کو یہ شرمندگی بھی برداشت کرنی پڑی جو موت کی تکلیف کی
نسبت تلخ تر تھی۔ کوونیٹری کی گوڈیوا حالانکہ عفت کی چادر
اوڑھے تھی لیکن تو بھی اُس نے محسوس کیا کہ گویا دیوار کے تمام
شگاف اُس پر نظر جمائے ہوئے ہیں۔ اسی طرح مسیح نے بھی
دکھ اٹھایا۔ ہم جو خود اب اس تصویر میں پھیکے رنگوں کا اضافہ
کر رہے ہیں چاہیے کہ ہم بے اعتنائی سے اُسے نظر انداز نہ کریں۔

گلگتہ میں جب صلیب اپنی لے آیا یسوع
تب انہوں نے اُس کو خود مصلوب کر کے لٹکا دیا
اُس کے ہاتھوں اور پاؤں میں بھی میخیں ٹھونکیں
کلوری اُسے بنادی اُس کے کیلیں ٹھونک کر
خاردار ایک تاج انہوں نے اس کے سر پر رکھدیا
زخم تھے اُن کے شدید اُن سے لہو جاری ہوا
اُس زمانہ کے تھے کیسے وحشی اور ظالم بشر

گوشتِ انسانی کی اُن دنوں میں کوئی وقعت نہیں تھی
جب یسوع آیا تھا برمنگھم پر ایسے حال میں
لوگ اُس کے سامنے سے جا رہے تھے گذر
گو کہ لوگوں نے اُسے تکلیف مطلق نہ دی
لیکن ایسے تنہا اُسے مرنے دیا
اس قدر بے رحم وحشی تھے گوتب کے لوگ
اس لئے ایذا اُسے پہنچانے سے باز نہ آئے
بھاگے وہ بارش میں تنہا بھیگتا اُس کو فقط
اپنے اپنے راستوں پر اُس طریقہ سے گئے
پھر بھی چلاتا رہا یسوع اُن کو کر معاف
کیونکہ واقف ہی نہیں اس سے کہ کیا کرتے ہیں وہ
ہو رہی تھی موسلا دھار ایک بارش تو اُدھر
دوسرے ہے سخت سردی کا عالم اس طرف
ہو رہے ہیں کپڑے بھی یسوع کے بالکل تربتر
بارشِ باراں سے کولی بھی نہ تھی اُس کی پناہ
لوگوں کے انبوہ کے انبوہ اُس کے پاس سے
بے کئے پرواہ کچھ اس کی یونہی جاتے ہیں گذر

بلکه اس کے چھوڑجاتے ہیں تن تنہا ہی وہ
اوریسوع ایسی حالت میں لگادیوار سے
کلوری کے واسطے روتا ہے چلاتا ہے

صلیبی دکھ کے دوپہلو ہیں یعنی جسمانی درد اور ذہنی تکلیف جسم وروح ہردوکی جان کنی بے رحمی سے کوڑے لگانا۔ ہاتھ اورپاؤں میں میخیں ٹھونکنا ۔ آتشِ پیاس کا بھڑکنا۔ خستہ وزخمی اعضا کا بارجسم کو اٹھانا اور مخلصی کی تمنا یہ تمام جسمانی تکالیف ہیں۔ اپنی قوم سے رد کیا جانا۔ گنہگاروں میں شمارہونا ۔ ساتھیوں سے ٹھٹھوں میں اڑایا جانا۔ برہنہ کیا جانا۔ ہدف لعنت وملامت بننا۔ فوق الفطرت ظلمت کا طاری ہونا۔ یہ سب روحانی آزارہیں۔

مسیح کی نہایت دردناک آوازنے صاف ظاہرکردیا کہ اس کی روحانی تکلیف دراصل اُس کی تمام مصیبت کی جڑتھی۔

جب ہم مسیح کی موت کے اس پہلو پر نظرغائرڈالتے ہیں توہماری توجہ تین خیالات کی جانب ملتفت ہوتی ہے ۔صلیب پراُس کے حیاوحجاب کو بے نقاب کیا گیا۔ دنیا اب تک اُسے برہنہ کرتی اورپھر قرعہ ڈال کراس کی پوشاک بانٹ لیتی ہے۔ ہر مسیحی کوبھی اسی طرح صلیب پر برہنہ ہونا ہے۔ ایک نہایت ہی دقیقہ رس مصنف کا قول ہے کہ" آپ تکلیف اٹھائے بغیر مسیح سے محبت کرنہیں سکتے۔ نہ ہی رنج والم کی برداشت کئے بغیر صلیب سے آپ کا وصال ہوسکتا ہے۔ خواہ آپ چاہیں یا نہ چاہیں وصال صلیب کی کوشش میں آپ کے ضرور کوئی نہ کوئی زخم آہی جائیگا۔ اوریقیناً یہ مسیح کے بے حجاب کئے جانے پر غوروفکر کرنے کا نتیجہ ہے۔

تجسم کے معانی کی گہرائی کا ملاحظہ کلوری پر ہی ہوتا ہے۔ مقدس پولوس کے نزدیک یہ مسیح کے رنج اوراس کی پستی کی انتہائی منزل تھی۔ وہ فرماتا ہے اور" انسانی شکل میں ظاہر ہوکر اپنے آپ کو پست کردیا اوریہاں تک فرمانبردار رہا کہ موت بلکہ صلیبی موت گوارا کی"۔ روزِعدالت میں راست بازوں کے سوال کاکہ " اے میرے خدا ہم نے تجھے کب ننگا دیکھا؟" ایک جواب یہ ہے۔ وہ کچھ بھی چھپا نہیں رکھتا۔ ایوب نے اپنی مصیبت کے وقت کہا"۔دیکھ وہ مجھے مارڈالتا ہے توبھی مجھے اس کا بھروسہ ہے"۔ اورمسیح فرماتا ہے خواہ وہ مجھے صلیب بھی دے دیں توبھی میں انہیں اپنے ہاتھ اورپاؤں اوراپنا زخمی

پہلو دکھاؤں گا"۔ میں اپنی سب ہڈیوں کو گن سکتا ہوں۔ وہ مجھے تاکتے اور گھورتے ہیں"۔

یہاں پر شاہ ذوالجلال موجود ہے لیکن اپنی شان وشوکت کے ساتھ نہیں بلکہ برہنگی کی حالت میں خدا مجسم ہوا اور سپاہیوں کاہنوں، عوام کے ہجوم، محبت کرنے والے شاگردوں عورتوں بلکہ اپنی ماں پر بھی یکساں ظاہر ہوا۔ لیکن اپنے جلال اوراپنی حشمت کے ساتھ نہیں۔ فقط وہ جس نے اُسے دیکھا ہو وہاں وہی یہ الفاظ کہہ سکتا ہے کہ جو عبرانیوں کے خط میں مرقوم ہیں" اس لئے کہ وہ خدا کے بیٹے کو۔۔۔۔ صلیب دے کر علانیہ ذلیل کرتے ہیں "۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ ایسے خوفناک عالم کے وقت پردہ بیچ میں سے پھٹ گیا! مسیح نے اپنی جان عاجزی اورجان کنی کے وقت نہ صرف صلیبی موت پر گوارا کی بلکہ اُس خوشی کے سبب جو اُس کی آنکھوں کے سامنے تھی اُس نے اُس ذلت ورسوائی کو ہیچ سمجھا۔

مقدس لوقا کی انجیل کے مطابق اُس موقع پر ہمارے خداوند نے فرمایا" اے باپ ان کو معاف کرکیونکہ یہ جانتے ہیں نہیں کیا کرتے ہیں "۔ اُس کے سر کے اُوپر پیلاطس نے یہ مضحکہ خیز نوشتہ لگایا۔ یہودیوں کا بادشاہ ۔ بادشاہ بغیر ارغوانی پوشاک اوراس کا تخت کیا۔ صلیب ! صلیب! کے نیچے سپاہی اُس کے کپڑوں کے حصے کرتے اوراُس کی پوشاک پر قرعہ ڈالتے ہیں۔ ان سب باتوں کے بعد کس طرح ممکن ہے کہ کوئی مسیح سے شرمائے یا دوبارہ صلیب دے کر علانیہ اُسے ذلیل کرے۔ وہ نظارہ آنے والے حالات کا مظہر تھا۔ کیونکہ اِن انیس صدیوں میں برابر مسیح کو ازسرنو صلیب پر کھینچا جاتا اوراُسے علانیہ ذلیل کیا جاتا ہے۔

مسیح کا لباس کیا ہے؟ اے خداوند میرے خدا تو نہایت بزرگ ہے۔ توحشمت اورجلال کا لباس پہنے ہے۔ وہ نور کو پوشاک کی مانند پہنتا ہے"۔ کائنات خدا کی حشمت کالباس ہے۔ آسمان ایک پردہ ہے جو اُس کے جلال پر چھایا ہوا ہے۔ ابر اُس کے رتھ ہیں۔ چونکہ مسیح خدا ہے خدا ہے اس لئے مقدس یوحنا یہ کہنے سے نہیں جھجکتا " جو کچھ پیدا ہوا اس میں سے کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی۔

قدرت کا تمام حسن وجمال اس کا خلق کیا ہوا ہے۔ وہ اس کا حشمت وجلال کا بن سلالباس ہے ۔حکمت وسائنس

فقط اُس خوبصورتی اور ترتیب کو دریافت یااُس کی نقل ہی کرسکتی ہے جو ازل سے قدرت میں پنہاں ہے کیونکہ مسیح کے مبارک ہاتھوں نے انہیں وہاں رکھا ہے۔ شفق" اس مقدس ہستی کا رنگین لباس ہے جو فقط ایک گھنٹہ ہوا قتل کیا گیا"۔

تمام فنونِ لطیفہ مثلاً مصوری، سنگ تراشی، موسیقی اور فن عمارت وغیرہ سب کی لطافت اورنفاست کا سبب مسیح کی زندگی کی مبارک تاثیراوراس کی موت ہی ہے۔ کئی بارمصوروں اور ماہرین موسیقی نے اپنے فائدے اوراپنی تلقین کی خاطر اُس کی پوشاک اتارلی اورپھر اُسے برہنہ اورذلیل کرکے لٹکارہنے دیا۔ ڈارون اپنے نظریہ درباب" ماہیت اجناس" میں انسان کی ماہیت اور قدرت میں اُس کا درجہ دکھانے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ ابن آدم کو بالکل نظر اندازکردیتا ہے۔ مسیح کی ماہیت کیا تھی ؟ عالم موجودات کے پاریک ایسا عالم اوربھی ہے جو سائنس کے فہم وادراک سے بالا تر ہے جب ہم مخلوق کواُس کے خالق سے جدا کردیتے ہیں اورمخلوق کے تمام قوانین اورقواعد کو خالق کی ہستی کے بغیر سمجھنا چاہتے ہیں توکیا ایسا کرنے سے ہمارا مبلغِ علم بڑھ جاتا ہے یا کم ہوجاتا ہے۔ شاید لوگوں نے یروشلیم میں مسیح کو دیکھ کر یہ کہا ہو کہ دیکھو وہ ناصرت کا رہنے والا جاتا ہے جس کی پوشاک بن سلی ہے۔لیکن کیا ایسے لوگوں کی رسائی اُس کے دل تک ہوئی ؟

محض سائنس میں اخلاقی خوبیوں کو کوئی قدرومرتبہ حاصل نہیں جس میں ٹی ۔ایڈمیز کہتا ہے کہ " اگر ہم سائنس کے مروجہ تصورات کو کامل طورسے قبول کرلیں تو ہم انسانی زندگی کی تمام خوبیوں کو ضائع کردیتے ہیں ۔ انواع واقسام کے ہنرمضر اثر کو ظاہر کررہے ہیں۔ مثلاً آج کل کے قصہ کہانیوں اورافسانوں ہی کو لے لو۔اگر انسانی چل چلن کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتا اور شخصیت فقط ایک فرضی شے ہے اورآزادی اعمال فقط ایک خواب ہے اورہم محض دماغ کی تبدیلیوں کا ایک سلسلہ ہیں اور بس اتنی ہی وقعت ومنزلت رکھتے ہیں جتنی ایک بے چارے جگنو کولکڑی کے خشک کندے پر حاصل ہوتوپھر کوئی بتائے کہ اُن کے متعلق لکھنے لکھانے سے کیا فائدہ "؟

فلسفہ نے بھی مسیح کو برہنہ کر رکھا ہے اور فلسفہ دان عقلمندی سے کہیں یا بے عقلی سے ، کچھ ایسے مسائل پر بحث کرتے ہیں جن کا جواب دینے کےلئے مسیح نہ فقط آپ آیا تھا بلکہ

جن کا جواب وہ بذات خود ہے۔ لیکن بعد ازاں یہ لوگ اپنے بحث ومباحثہ سے اُسے خارج کردیتے ہیں۔ حال ہی میں ایک نئی کتاب " فلسفہ جدید سے متعلق مسائل" شائع ہوکر امریکہ کے کالجوں میں عموماً استعمال ہورہی ہے۔ اس ضیغم کتاب کے ۵۷۵ صحفوں میں ایک جگہ بھی مسیح کی جانب کوئی اشارہ نہیں پایا جاتا۔ حالانکہ وہ فلسفہ کے بنیادی سوالات کا جواب دینے آیا تھا۔ مثلاً ہم کہاں سے آئے ہیں ؟ اورہم یہاں کیوں موجود ہیں؟ ہماری صحیح فطرت کیا ہے؟ ہمارا انجام کیا ہے؟ زندگی کیا ہے؟ موت کیا ہے؟ رنج والم کا رازکیا ہے اورانسانیت کی اُمید کیا ہے؟ کیاسپنواز، ہیگل، شوپنہور، کانٹ ،ہکسلے، سپنسر ، برگسن اوراسی قسم کے دیگر فلسفی مسیح کی پوشاک پر قرعہ نہیں ڈال رہے؟

جدید علم اخلاق مسیح سے پہاڑی وعظ تو لے لیتا ہے۔ لیکن کلوری پر چڑھنے سے اُسے صاف انکار ہے۔ وہ جو باغ گتسمنی میں کبھی داخل ہیں نہیں ہوئے اورمسیح کی جان کنی سے واقف نہیں وہ عالمگیراخوت اورخدا کی ابویت کے متعلق چرب زبانی تو بہت دکھاتے ہیں ۔ لیکن وہ اس کی اصل قدروقیمت سے واقف نہیں۔ جدید مسیحی الہیات، جدید ہندودھرم، جدید دین اسلام اورجدید یہودیت سب کے سب مسیح کے اخلاق کوتو لینا چاہتے ہیں ۔ لیکن اُس کی الوہیت کا انکارکرتے ہیں جوکچھ سچائی ہے۔ خوبصورتی اورشرافت ان جدید مذاہب اورفلسفوں میں موجود ہے وہ ایسی پوشاک ہے جو مستعارلی ہوئی ہے۔" جب سپاہی یسوع کو صلیب دے چکے تواُس کے کپڑے اتارکر چارحصے کئے۔ ہرسپاہی کے لئے ایک حصہ"۔

اربابِ معیشت ایک معاشری انجیل کی منادی کرتے ہیں۔ لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ معاشری انجیل بیت لحم میں پیدا ہوئی تھی۔ اور انسانیت کے حقوق پر گلگتا میں مسیح کے خون سے مہر لگائی گئی۔ صلیب جو پہلے ذلت ورسوائی کا نشان تھی اب مسیح کے خون کے باعث رحم، صلح وسلامتی اورمحبت، دلیری ،شہادت وعبودیت کا نشان بن گئی۔ پس یہ بالکل ناممکن ہے کہ ہم معاشری خدمت کا ذکر کریں اور مسیح کو نظر انداز کردیں۔ جب کبھی ہم صلیب احمر کے شفاخانوں اور خیرات خانوں میں جاتے ہیں وہاں مسیحی روح تو موجود ہوتی ہے۔ لیکن مسیح اوراُس کے پیغام کا کوئی نشان نہیں پاتے ۔ یہ دیکھ کر ہم فوراً مریم کے ہم نواہوکرپکارا ٹھتے ہیں" میرے خداوند کو اٹھا لے

گئے اورمعلوم نہیں اُسے کہاں رکھا"۔ نشان توبلاشک موجود ہے لیکن مسیح کو نظر اندازکردیا جاتا ہے ۔ اُس کے لئے اندرکوئی جگہ نہیں۔ ہم عید ولادت کی مبارک بادیاں بھیجنے کا اہتمام توبڑے وسیع پیمانہ پرکیا کرتے ہیں۔ لیکن اُن رقعوں پر جو اُس کی ولادت کی خبر دیتے ہیں اُس کی آمد کا کوئی پیغام موجود نہیں ہوتا۔ پوشاک توموجود ہوتی ہے لیکن خود مسیح غائب ہوتا ہے۔ جب کہ ہنوز مسیح صلیب پر برہنہ اورتنہا لٹکا ہوتا ہے تولوگ اُس کی پوشاک پر قرعہ ڈالتے ہیں۔ اور" جب اُس کا ٹھٹھا اڑاچکے تو اس کی پوشاک اُس پر سے اُتارلی" (متی ۲۷: ۳۱)۔

پس یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ آبائے کلیسیائے یونان نے مسیح کے دکھ اٹھانے کی نمازکی ترتیب میں ہمارے نجات دہندہ کے تمام مصائب کو جداگانہ شمارکرنے اوراُن کے ذریعہ سے رحم کی التجا کرنے کے بعد یہ اضافہ کیا ہے" تواپنی نامعلوم تکلیفوں اورمصیبتوں کی خاطر جو تونے صلیب پر اٹھائیں اورجن کا ہمیں صاف وصریح علم نہیں ہم پر رحم کر اورہمیں بچا"۔

ہمیں بھی اُسی دعا کی ضرورت ہے۔ مسیحی بھی مسیح کی مانند صلیب پر برہنہ کیا جاتا ہے۔ شاگرد اپنے استاد سے بڑا نہیں ہوتا۔ ہماری اصلیت ہماری صلیب پر ہی ظاہر ہوتی ہے۔ مصیبت کے برداشت کرنے سے ہی تجربہ حاصل ہوتا ہے۔ موت کے اس ہولناک پُل پر سے برہنہ شخصیت کے سوا اور کسی چیز کا گذرناممکن ہے ۔ کارلائل انسانیت کا نقشہ کھینچ کر دکھاتا ہے جب بنی نوع انسان کو برہنہ کیا جاتا ہے اوراُس کی پوشاک کی زینت اُن سے جدا کرلی جاتی ہے تو تمام انسان ایک دوسرے کے ہم شکل ہوتے ہیں۔ یعنی جب مرتبہ ومنصب ومنزلت کی بزرگی اورحشمت انسان سے دور ہوجاتی ہے تواُن میں باہم کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ انسان کی اصلی طبیعت وماہیت کا انکشاف فقط رنج والم کے ذریعہ سے ہوتا ہے ۔ آگ میں تائے جانے اورصلیب پر کھینچ جانے سے ہی انسان کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ سیدنا مسیح ، کیسٹس ، اورڈسیمس تینوں صلیب پرلٹک رہے ہیں۔ایک گناہ مرا، ایک گناہ کے اعتبار سے مردہ ہے اورتیسرے کے ذریعہ سے گناہ کی موت واقع ہوئی۔ ایک کافر ہے، ایک ایماندار ہے اورتیسرا نجات دہندہ ہے۔ ایک نے مرکر اپنی زندگی ضائع کی دوسرے نے زندگی حاصل کی۔ تیسرے نے اپنی رندگی کو فدیہ میں دے دیا۔ صلیب پر ہم خدا

اوراُس کی مخلوق کو اُن کی حقیقی صورت میں دیکھتے ہیں۔ موت ہماری روح کے سوا اورسب کچھ ہم سے جدا کر ڈالتی ہے۔ ہماری ذات پر پردہ ڈالنے والی تمام اشیاء ہم سے دور ہوجاتی ہیں۔ جب ہم خدا کے حضورعدالت میں حاضر ہوں گے۔ تب ہم برہنگی کی حالت میں ہونگے۔ ایوب کہتا ہے کہ " اپنی ماں کے پیٹ سے میں ننگا باہر نکل آیا اورپھر ننگا وہاں جاؤنگا"۔ جب ہم موت کے دریا سے عبورکرتے ہیں تو ذیل کی آیت کی تصدیق ہوتی ہے۔اوراُس سے مخلوقات کی کوئی چیز چھپی نہیں بلکہ جس سے ہم کو کام ہے۔ اُس کی نظروں میں سب چیزیں کھلی اور بے پردہ ہیں"۔

لہذا مسیح کو صلیب پرلٹکے ہوئے دیکھ کرہم یہ آرزو رکھتے ہیں کہ ہم بھی" اپنے آسمانی گھر سے ملبس ہوجائیں تاکہ ملبس ہونے کے باعث ننگے نہ پائے جائیں۔ "مبارک وہ ہے جو جاگتا ہے اوراپنی پوشاک کی حفاظت کرتا ہے تاکہ ننگا نہ پھرے۔ لوگ اس کی برہنگی نہ دیکھیں"مکاشفات کی کتاب کی سات مبارک بادیوں میں سے اس مبارک بادی کی طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔

آسمان میں " پانا" مصدر کےلئے کوئی جگہ نہیں کیونکہ وہاں " بننا" مصدراس کی جگہ لے لیتا ہے۔ ہم وہاں پرکچھ پائیں گے نہیں بلکہ خودایک غیرفانی میراث بن جائیں گے۔ یہ کون ہیں جو سفید جامے پہنے کھڑے ہیں؟ یہ اپنی راست بازی میں ملبس نہیں ہیں اوران سفید لباس والوں کی انبوہ کثیر کے عین درمیان وہ کھڑا ہے۔ جو صلیب پر برہنہ کیا گیا تھا۔ لیکن" اب پاؤں تک کا جامہ پہنے اورسونے کا سینہ بند سینے پر باندھے ہوئے تھا"۔

جی ٹی واٹس نے جوایک مشہورمصورگذرا ہے ۔ فریڈرک شیلڈز سے دریافت کیاکہ" فیتھ" یعنی ایمان کی پوشاک کےلئے کون سے رنگ مناسب ہیں۔ اُس نے جواب دیا" ایمان انسان کےلئے جو حّی اشیاء سے محصور ہے آسمانی چیزوں کا یقین ہے۔ اس لئے نیلگوں آسمان کا رنگ اُس کے لئے موزوں ہے یعنی اُس کے بازو اوراُس کے چوغہ کیلئے۔ لیکن اُس کا باقی لباس بے داغ اور سفید ہونا چاہیے اوریہ اس لئے کہ وہ جو اعمال حسنہ کے ذریعہ سے راستبازی کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ناکامیاب ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ " فیتھ" یعنی ایمان کا انعام ہے" بادشاہ کے سفید لباس سے ملبس ہوکر ہم آخرکار مندرجہ ذیل الفاظ کے روحانی اورغیبی

معافی کو سمجھیں گے یعنی" انہوں نے اُس کے کپڑے آپس میں بانٹ لئے'۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

صلیب سے متعلق جو زبور ہے " وہ اے میرے خدا! اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑا ہے" سے شروع ہوتا ہے اور بعض ترجموں کے مطابق " پورا ہوا" سے ختم ہوتا ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ رنج والم کی بعید ازقیاس گہرائیوں کے اظہار کے اعتبار سے اس زبور سے بڑھ کر اورکوئی زبورنہیں یہ ہمارے خداوند کی جان کنی اورحالتِ نزع کی دردناک تصویر ہے۔ اس کے آخری کلمات کا بیان اُس کے آخری آنسوؤں کا اشک دان اوراس کی خوشی کے اختتام کی یادگار ہے۔ شائد داؤد اوراس کی مصیبتیں بھی اس میں کسی قدرپوشیدہ ہوں۔ لیکن جس طرح ستارے آفتاب کی روشنی میں معدوم ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح جو اس میں سیدنا مسیح کو دیکھ لیتا ہے داؤد اس کے لئے غائب ہوجاتا ہے بلکہ داؤد کی جانب اُس کا خیال تک بھی نہیں جاتا۔ یہاں ہمارے سامنے صلیب کے جلال اوراُس کی تاریکی ہردو کے بیانات موجود ہیں۔ یعنی مسیح کی مصیبت اوراُس کا جلال جواس کی مصیبت کا نتیجہ ہے۔ اے کاش ہمیں فضل عنایت ہو کہ ہم اس عظیم الشان نظارہ کو دیکھ سکیں! چاہیے کہ ہم موسیٰ کی مانند اپنی جوتیاں اتارکرکمال عاجزی اورخاکساری سے اس مزمورکا مطالعہ

کریں کیونکہ ہماری کتبِ مقدسہ میں سب سے پاک ترین مقام یہی ہے (چارلس ۔ ایچ ۔ سپرجن)۔

باب ششم

"اے میرے خدا! اے میرے خداتو نے مجھے کیوں چھوڑدیا ہے؟

مسیح کے ہفت صلیبی کلمات میں فقط ایک یہی کلمہ ہے ۔ جسے مرقس، متی ہردو نے اپنی اناجیل میں لکھاہے۔ بائیسویں زبور کا آغاز انہی الفاظ سے ہوتاہے۔ لیکن دونوں مبشروں میں سے ایک نے یہ بھی ذکر نہیں کیاکہ کسی پیشین گوئی کی تکمیل ہے۔ صلیب پر کامل چھ گھنٹے سخت مصیبت اور عذاب اٹھانے کے بعدہمارے نجات دہندہ کے لب ہائے مبارک سے یہ الفاظ نکلے۔ اس کا پہلا کلمہ یہ تھا" اے باپ اِن کو معاف کر کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ کیا کرتے ہیں"۔ یعنی معافی کے لئے دعا۔ اس کا دوسرا کلمہ سلامتی اوراطمینان کا وعدہ ہے"۔ میں تجھ سے سچ کہتاہوں کہ آج ہی تومیرے ساتھ فردوس میں ہوگا"۔ اس کا تیسرا کلمہ اپنی ماں کو تسلی دینے اوراس کےلئے فکرمندہونے سے متعلق ہے"اے عورت دیکھ تیرا بیٹا۔۔۔ دیکھ تیری ماں"۔۔۔اس کے بعد تاریکی طاری ہوگئی ۔ پھر تین آخری کلمات سے پیشتر چند لمحوں کے عرصہ میں یکے بعد دیگرے کہے

گئے اُس نے نہایت دردناک آواز سے چلا کر کہا" اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑدیا ہے؟

ان الفاظ میں ضرور کوئی خاص طاقت اورجذبہ مخفی ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ دونوں مبشروں نے نہایت غوروخوض کے بعد مسیح کے الفاظ عین اُسی زبان میں جس میں مسیح نے فرمائے قلمبند کئے" ایلی ایلی لما شبقتنی"پاک کلام میں مسیحائی زبور کے علاوہ یہ الفاظ اورکہیں نہیں پائے جاتے۔ یہ چلانے کی آواز ایسی بھاری تکلیف کا اظہار کرتی ہے جو نہ تو اس سے پیشتر کبھی دنیا میں دیکھی گئی اورنہ ہی اس کی مثال پھر کبھی دیکھنے میں آئے گی۔

کارتھوسیہ کے لوڈ الف سے چودھویں صدی کی ایک روایت ہے منسوب کی جاتی ہے کہ ہمارے مولا نے صلیب پر لٹکے ہوئے بائیسویں زبور کی آیات کو دوہرانا شروع کیا اوربرابر یہی کرتا رہے یہاں تک کہ وہ اکتیسویں باب کی پانچویں آیت تک پہنچے"۔ میں اپنی روح کو تیرے ہاتھ میں سونپتا ہوں"۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس خیال کے علاوہ ہم مسیح کی زندگی ۔ اُس کے مسیحائی علم اوراُس کی آگہی کی تشریح دیگر کتب کی نسبت مزامیر میں سب سے زیادہ واضح او رروشن پاتے ہیں۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ ۲۲ویں زبورمیں مسیح کی صلیبی موت کا بیان ایسے الفاظ میں مرقوم ہے اورہم سوال کرتے ہیں کہ آیا یہ تاریخ ہے یا پیشن گوئی ؟ البتہ سٹراس اوراسی قسم کے دیگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کا انجیلی بیان محض فرضی ہے اوردرحقیقت وقوع میں نہیں آیا۔ بلکہ فقط اس لئے لکھا گیا کہ عہدِ عتیق کے اورایک مقام کا بہ طریق نبوت پورا ہونا ثابت کیا جائے۔

لیکن ایمان دار کےلئے اُس کے نجات دہندہ کا یہ کلمہ ان مصائب کا مظہر ہے جو اسے برداشت کرنی پڑیں اورگنہگاروں کےلئے اُس کی محبت کا ثبوت ہے۔ پس یہ آواز ہم کو اورجملہ مقدسین کو للکار للکار کر کہہ رہی ہے کہ زور آوربنو اور ذیل کےالفاظ کے معانی کو بخوبی سمجھو یعنی اُس کی چوڑائی اورلمبائی اوراونچائی اور گہرائی کتنی ہے اورمسیح کی اس محبت کو جان سکو جو جاننے سے باہر ہے"۔

اگر صلیب عہدِ جدید کی مرکزی صداقت ہے تو یہ آوازیں اس صداقت کی اصل ہے اوراس کا زبردست اظہار۔ مسیح کے

دکھ کے واقعات کا باادب مطالعہ کرنے والوں کے نزدیک یہ پاک ترین مقام ہے۔

سپرجن نے کیا خوب کہا ہے " چاہیے کہ ہم اس نہایت الم ناک کلمہ کے ہر ایک لفظ پر جداگانہ غور نہ کریں ۔"تو نے " میں سمجھ سکتا ہوں کہ کیوں سرکش یہوداہ اور بزدل پطرس مجھے چھوڑ گئے۔ لیکن تو اے خداوند میرے خدا! میرے وفادار شفیق تو مجھے کس طرح چھوڑ سکتا ہے"؟ یہ اس کے مصائب میں سے بدترین مصیبت تھی۔ دوزخ کی آتش شعلہ زن خدا اور روح کی باہمی جدائی ہے۔ " مجھے" یعنی اپنے بے عیب ، فرماں بردار اور مصیبت زدہ بیٹے کو۔ تو نے مجھے کیو ں ہلاک ہونے کے لئے چھوڑدیا"؟

اگر ہم تائب اور منفعل دل سے صلیب پر لٹکے ہوئے مسیح کو دیکھیں تو ہم اس زبردست مسئلہ کو سمجھ سکیں گے۔ مسیح اس لئے چھوڑا جاتا ہے کہ ہمارے گناہوں نے خدا اور اس کے درمیان جدائی پیدا کردی ۔ " کیوں؟" اس عجیب وغریب حقیت کا کیا سبب ہے کہ خدا نے اپنے بیٹے کو ایسی حالت اور ایسے نازک وقت میں چھوڑدیا؟

اس کا سبب مسیح میں موجود نہیں تو پھر وہ چھوڑا گیا" " چھوڑ" اگر تو مجھے تنبیہ کرتا تو شائد میں اس کی برداشت کرلیتا۔ کیونکہ تیرے چہرے کا جلوہ مجھے نظر آتا رہتا۔ لیکن آہ! تو نے مجھے بالکل چھوڑ دیا۔ کیوں تو نے ایسا کیا ؟ " دیا" یعنی فی الحقیقت ایسا ہوگیا۔ ہمارا نجات دہندہ اسکے خوفناک اثر کو محسوس کرتے ہوئے یہ سوال پوچھتا ہے یقیناً یہ بالکل سچ ہے لیکن کیسا پُراسرار ہے۔ یہ محض چھوڑدینے کی دھمکی نہ تھی جس کے باعث حق تعالیٰ نے بلند آواز سے چلا کر یہ الفاظ کہے بلکہ اُس نے واقعی چھوڑجانے کا تجربہ کیا۔

اس جسمانی ، روحانی اوردماغی تکلیف کا اندازہ لگانے کے لئے جو اُس آواز سے آشکارا ہے۔ ہمیں اُن تمام واقعات پر دوبارہ غورکرنا چاہیے ۔ صلیب دیا جانا زمانہ قدیم کے ایذا پہنچانے کے طریقوں میں سے سب سے زیادہ ہیبت ناک طریقہ تھا۔ اور رومی عدالت میں یہ جرائم کی انتہائی سزا متصور ہوتی تھی۔ اس میں جسمانی بے عزتی اورجان کنی شامل تھی۔ جان کنی اس لئے کہ جسم کو غیر معمولی طور سے رکھتے اورہاتھوں پاؤں میں میخیں ٹھونکنے کے باعث سخت درد ہوتا۔ پیاس کی آگ بھڑک اٹھتی

اورآخر کار طاقت بتدریج زائل ہوجاتی اورموت کی نوبت آپہنچتی۔اس قسم کی بے عزتی بالخصوص قوم یہود کے نزدیک بہت زیادہ سمجھی جاتی تھی ۔کیونکہ وہ صلیب کو نہایت نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اوراس کو خدا کی لعنت تصورکرتے تھے (گلتیوں ۳: ۱۳، واستشنا ۲۱: ۲۲)اس کے ساتھ ہی وہ تقابل بھی ملحوظ رکھنا چاہیے جو مسیح کی پاکیزگی ،اُس کی بے گناہی اوراُس کی الہیٰ شان اوراُس وحشیانہ تمسخر، مضحکہ اورنفرت کے تیروں کی بوچھاڑ کے درمیان ہے جو تماشہ میں زیرصلیب کھڑے ہوکر اُس پر چلا رہے تھے بلکہ وہ بھی جو اُس کے دائیں اوربائیں صلیب پر لٹکے تھے۔ سردارکاہن اُس کا ٹھٹھہ کرتے ہوئے اُس لے گئے۔ " اس نے اوروں کو بچایا اپنے تئیں نہیں بچاسکتا۔۔۔ اُس نے خداپر بھروسہ رکھا ہے۔ اگر وہ اُسے چاہتا ہے تواب اس کو چھڑالے"۔ اس کے جواب میں ایک معجزانہ تاریکی اس تمام نظارہ پر چھٹے گھنٹے سے لے کر نویں گھنٹے تک چھائی رہی کامل تین گھنٹوں کی تاریکی کے بعد وہ اپنی جان کنی اورعذاب اورمصیبت کی ظلمت کے باعث یسوع بلند آواز سے چلایا" اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑدیا؟"

میلنکتھن اور دیگر مصلحین اس آواز کا مطلب یوں بیان کرتے ہیں کہ یہ آوازاس امرکا باعث ہے کہ مسیح نے اپنی انسانی روح میں گناہ کے برخلاف غضب وقہرکا احساس کیا تھا۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ یہ آوازاُس کی سیاسی تدابیر کی ناکامیابی کا اظہار تھی۔ یعنی ایک مایوس حب الوطن کی نااُمیدی کی آواز۔ بعض دیگر اشخاص جن میں شلئیرمیچر بھی شامل ہے کا یہ خیال ہے کہ یہ الفاظ اُس ماتمی زبورکا افتتاحی کلمہ میں جس کا اختتام بھی نہایت اعلیٰ ہے اورمسیح نے اُسے اپنے دعویٰ مسیحائی کے ثبوت میں دوہرایا تھا۔ مائر کہتا ہے کہ لوگوں سے ردکئے جانے کی وجہ سے " خدا کے" ساتھ اُس کی یگانگی ورفاقت کا احساس ایک لمحہ کیلئے کسی قدرکم ہوگیا تھا"۔اولہوسن کہتا ہے کہ یہ" فی الحقیقت خدا کا اُسے ایک لمحہ کے لئے قصداً چھوڑنا تھا"۔ ڈاکٹر فلیب شاپ مسیح کے اس تجربہ کو باغِ گتسمنی کی جان کنی کا اس پر نہایت شدت سے حملہ آور ہونا اوراُس کی کفارہ دہی کی مصیبتوں کا اختتام کہتا ہے۔ یہ گناہ اورموت کا الہیٰ تجربہ تھا۔ یعنی نسلِ انسانی کے لئے گناہ اور موت کے اندرونی باہمی تعلق اوراُن کی عالم گیرحقیقت کوایک شخص نے دریافت کیا جو بالکل

بے عیب اورپاک ذات تھا۔ یہ تجربہ ایک ایسی پر اسرار اورنا قابلِ بیان جسمانی روحانی تکلیف تھی جو قریب الوقوع موت کے خیال بلکہ دراصل موت ہی سے کشمکش کرنے کے باعث تھی۔ موت گناہ کی مزدوری اور تمام انسانی تکلیفوں کا اختتام ہے حالانکہ مسیح اس سے بالکل آزاد تھا توبھی اُس نے اُس بے مثال محبت کے باعث جو اُسے انسان سے ہے اسے ارادتاً اختیاء کرلیا تھا۔

یقیناً ہم اُسے اہل اسلام کے خیال کے مطابق مسیح کا موت سے خوف زدہ ہونا اورانجام اورنتیجہ کی برداشت کرنے میں اخلاقی دلیری کی کمی نہیں کہہ سکتے ۔ جین جیکوئس روسو جیسا کافر بھی یہ کہتا ہے کہ "اگر سقراط نے ایک فلاسفر کی مانند اپنی جان دی تو مسیح ناصری کی موت توایک خدا کی موت تھی"۔

ہم مسیح کے صلیب پر بلند آواز سے چلانے کے معانی اُس وقت تک ہرگز نہیں سمجھ سکتے جب تک ہم یہ ایمان نہ لے آئیں کہ وہ ہمارے گناہوں کو لے کر صلیب پر چڑھ گیا۔ اورجب تک ہم اُس کی موت میں اپنے گناہوں کے فدیہ کے قائل نہ ہوجائیں۔لیکن اگرہم یہ مان لیں کہ مسیح خدا کا برہ تھا اورخدا نے اُس پر ہم سب کی بدکاریاں لادیں)توہم اس تکلیف کے سربستہ رازکو معلوم نہیں کرسکتے ہیں۔

اگرمسیح کی موت فقط ایک شہید کی موت تھی جس نے کسی عظیم الشان حقیقت کے لئے اپنی جان دی تو یہ آواز بے موقع اور بے محل ٹھہرتی ہے ۔ لیکن اگراس کا مرنا ایک بے عیب کا گنہگاروں کے لئے مرنا تھا اوراگر وہ ہمارے لئے گناہ بنا تو ہمارے اورتمام دنیا کے گناہ ہمارے نجات دہندہ کے دہنِ مبارک سے یہ تکلیف اور نتہائی کی آواز نکلواتے ہیں۔ کفارہ کیا ہے؟ کفارہ انسان کے گناہ کے عوض خدا کے پیارے بیٹے کی سزا ہے جواُس نے انسان کا قائم مقام ہوکرخدا کے عدل وانصاف کے تقاضا کو برقراررکھنے کے لئے اٹھائی۔

اگرہم کفارہ کی مذکورہ بالا تعریف کو ناپسند کرتے ہیں توہم عظیم الشان حقیقت کو عشائے ربانی کی نمازوں میں جس کو ہم مسیح کی موت کی یادگاری کے لئے برقرار رکھتے ہیں اورجو کلیسیا میں رائج ہیں دیکھ سکتے ہیں۔ بلیجیم اورہالینڈ کی اصلاح یافتہ کلیسیاؤں نے جو مسئلہ کفارہ کی تشریح وتوضیح کی ہے بھلا اس سے زیادہ خوبصورت تشریح اورکیا ہوسکتی ہے۔ یعنی ہم ایمان

رکھتے ہیں کہ اس نے اپنے مبارک بدن کا صلیب پر ٹھونکا جانا اس لئے گوارا تاکہ اس پر وہ ہمارے گناہوں کی تحریر کو ثبت کرے۔ اورکہ اس نے اس لعنت کو جو ہمارا حصہ تھی اپنے اوپر اٹھالیا تاکہ ہم کو اپنی برکتوں سے معمورکردے۔ اورکہ اس نے اپنے آپ کو جسمانی اور روحانی طور سے دوزخی آزار اورملامت کے ماتحت کردیا۔ جب اس نے صلیب پرلٹکے ہوئے بلند آواز سے چلا کر کہا " اے میرے خدا ! اے میرے خدا! تونے مجھے کیوں چھوڑدیا"؟ تاکہ خدا ہمیں نہ چھوڑے اورہم خدا کے حضور مقبولیت حاصل کریں۔

مسز براؤننگ کی نظم کے آخری الفاظ میں جو کاؤپر کی قبر پر کندہ ہیں یہی خیال ظاہر ہوتا ہے:

ایک مرتبہ عمانوئیل کے تنہائی کی حالت میں " اے میرے خدا اے میرے خدا تونے مجھے کیوں چھوڑدیا" چلانے کی آواز نے اس دنیا کو تہ وبالا کردیا۔ وہ صدا گونج بغیر آسمان پر پہنچی۔ وہ اس گمراہ شدہ مخلوق کے درمیان سے اُس کے مبارک لبوں سے نکلی۔ وہ اسلئے بعدازاں اُس گمراہ شدہ مخلوق کے کسی فرد کو پھر ایسے دردناک الفاظ نکالنے کی ضرورت نہ محسوس ہو"۔

" اس نے ہم سب کی بدکاریاں اُس پر لا دیں" یعنی ہمارے گناہ، ہمارے بدنما داغ، ہماری ضبرمیں، ہماری پیشمانی میں، ہماری کوتاہیاں ، ہمارے قصور، ہماری لغزشیں ، ہمارے جرم، ہماری خطائیں، ہماری خلاف ورزیاں ، ہماری تقصیریں، ہماری جہالت ، ہماری نجاست اورہماری بدکاریاں ، ہم کو اس حقیقت کے خوفناک احساس سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ ہم کبھی اپنے غروراوراپنے تکبر کو نظرِ حقارت سے نہیں دیکھ سکتے۔ جب تک ہم پہلے یہ محسوس نہ کرلیں کہ خدا کے ساتھ ہمارا میل فقط اس سبب سے ممکن ہے کہ" وہ جو گناہ سے واقف نہ تھا"۔ اُسی کو اس نے ہمارے واسطے گناہ ٹھہرایا تاکہ ہم اُس میں ہوکر خدا کی راست بازی ہوجائیں۔ مسیح جو ہمارے واسطے لعنتی بنا اُس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا"۔ وہ فقط ہمارے ہی گناہ کی خاطر نہیں بلکہ تمام دنیا کے گناہ کی خاطر خدا سے چھوڑا گیا۔ گویا زمانوں کے گناہ اوراُن کی شرمندگی ایک بحر بیکراں وموج زن پانیوں کی مانند اُس پر سے گزری۔ گہرائیاں گہرائیوں کو پکارتی ہیں۔ وحشی انسان کی تمام نامکمل نفسانی خواہشات اوراُن کی جہالت کی تاریکی، بنی اسرائیل کی خودپسندی

اورخودارائی نینوہ اورصورکی شیخی، مصراوربابل کے ظلم وستم، فرقوں اورگروہوں کی بے انصافی، بازاروں کے جُرم وگناہ قحبہ خانے اورجنگ کے میدان یہوداہ کا پکڑوانا، پطرس کا انکار اورمسیح کے دیگر شاگردوں کی فراری، پیلاطس، ہیرودیس، اورکائفا کی تقصیریں، بلکہ زمانہ گذشتہ، حال ومستقبل کی بدکاریاں یہ تمام باتیں اُس کی روح کو پست کررہی تھیں جس کا نتیجہ یہ دردناک صداتھی اُس دل کو جو خدا کا مقدس تھا گناہ آلودہ دنیا کا تصور باغِ گتسمنی میں ایک گھنونی صورت بن کر ستارہا تھا۔ صلیبی دکھ نہایت تاریک اورحقیقی تھا۔ مسیح کی روح کا دکھ فی الحقیقت اُس کا اصل دکھ تھا۔

فورستھ کہتا ہے کہ مسیح کا دکھ اٹھانا اوراس کی موت درحقیقت معمولی دکھ اورمصیبت سے کہیں بڑھ کر ہے کیونکہ وہ عمل کفارہ تھا۔ تاریخ کلیسیا (ہردوررومن کیھتولک اور پراٹسنٹ) کے مختلف مدارج پر مسیح کے دکھوں پر کسی قدر مبالغہ کے ساتھ زوردیا جاتا ہے ۔ لیکن اصل میں مسیح کے دکھ پر اتنا دورنہیں دینا چاہیے جتنا اس امر پر کہ اس نے "کیا کیا" مسیح کا دکھ اٹھانا ایک الہٰیٰ فعل ہے۔ کیونکہ اُس نے بہ آسانی اس کو کارِ عظیم میں تبدیل کردیا۔ یہ مصیبت خوشی سے گوارا کی گئی اورپاک اورمقدس اطاعت وفرماں برداری کے ذریعہ سے ان ماحول کے تحت جوگناہ اورلعنت کے باعث خدا کی پاکیزگی کے بموجب انسان پر وارد ہوئے تبدیل کی گئی ۔ یہ مصیبت خدا کی پاکیزگی اوراس کے حسنِ تقدس کے سامنے ایک قربانی تھی۔ یہاں تک تو یہ سزا ٹھہری لیکن اس مصیبت کی شدت اوراس کی انتہا نہیں بلکہ اس کی اطاعت اوراس کی پاکیزگی ہی انسان کےلئے کفارہ ٹھہری"۔

انسان کو اس آواز کی تشریح کرنے سے کسی قدر خوف آتا ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود جو انسان نے اس کے معانی کو روشن کرنے کےلئے کہی ہیں یہ ایک چیستان ہی ہے۔ یعنی کفارہ ایک ناقابلِ حل حقیقت ہے۔ خدا جو قادرِمطلق اورمحبت کرنے والا باپ ہے اس نے کیوں اپنے اکلوتے بیٹے کو اس انتہائی تکلیف کی تاریکی میں اکیلا چھوڑدیا؟ بعض لوگ نہایت جرات اوردلیری سے یہ کہتے ہیں کہ مسیح خدا کے غضب وقہر کا تختہ مشق بنا۔اگراس خیال کی نہایت احتیاط سے ترمیم نہ کی گئی تو یہ تصور بہت ہی تکلیف دہ ثابت ہوگا۔ ممکن نہیں کہ الہٰیٰ ستم رسیدہ

شخص ایک لمحہ کے لئے بھی باپ کے غضب کا تختہ مشق بناہو۔وہ آسمان سے فقط اسی لئے آیا تاکہ باپ کی مرضی بجالائے اوراس لا انتہامحبت کے مقصد کو تباہ شدہ دنیا کو نجات بخشنے کے کاراہم کے ذریعہ سے انجام دے۔ خواہ ایسا کرنے سے اُس کی پاک ذات کو کتنا ہی دکھ کیوں نہ پہنچے بلکہ برعکس اس کے اُس سے پیشترباپ کی توجہ اوراُس کی محبت بیٹے پرکبھی اس سے زیادہ مرکوزنہ تھی"۔ باپ مجھ سے اس لئے محبت رکھتاہے کہ میں اپنی جان دیتا ہوں کہ تاکہ اسے پھر لے لوں" مسیح نے خود پیش ازیں وقت اس قدریہ محسوس نہ کیا ہوگا کہ وہ باپ کی مرضی بجالارہا ہے اوراس لئے باپ اس سے خوش ہوگا اوراسے کبھی اکیلا نہ چھوڑے گا۔

اس دردناک صدا میں مسیح کی تنہائی کا وہ احساس پنہاں ہے جو مجسم ہونے کے ایام میں اُس نے محسوس کیا تھا اورجس کا خاتمہ صلیب پر ہی ہوا"۔ میں نے تن تنہا انگور کو کولھو میں کچلا"۔ وہ اپنی پیدائش کے وقت تنہا تھا۔ ناصرت میں اس نے اپنے ایام زندگی تنہائی میں بسرکئے۔ بعد ازاں صحراؤں اور پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر اُس نے تنہائی کے لمحے گذارے۔ اس کے متعلق عوام کی غلط فہمی ۔اس کی پیشوائی ، اس کی آزمائش اوراس کی دعائیں یہ سب اس کی تنہائی کا سبب تھیں۔وہ عوام کے درمیان رہ کر تنہا رہا پہاڑپر اپنی صورت کے تبدیل ہونے کے وقت وہ اکیلا ہی تھا۔ یروشلیم پر ماتم کرتے اوراس پر آنسو بہاتے وقت وہ اکیلا ہی تھا۔ باغ گتسمنی اور کوہ کلوری پر وہ اکیلا ہی رہا۔ سارے شاگرد اُسے چھوڑکر بھاگ گئے "۔ انہوں نے مجھ سے مفت عداوت کی ۔"کیونکہ اس نے کسی طرح کا ظلم نہ کیا اوراس کے منہ میں ہرگز چھل نہ تھا۔ لیکن خداوند کو پسند آیاکہ اُسے کچلے ۔ اس نے اسے غمگین کیا"۔

صلیب کی تنہائی کا بیان کرتے ہوئے رابرٹ کیبل کہتا ہے " میرا خیال ہے کہ وہ یقینی طورپر اپنے تجرباتِ زندگی کو ظاہر کررہا تھا۔ ایسے تجربے جو اُس وقت تک اُس مردِ غم ناک نے خاموشی کے ساتھ حاصل کئے ہوں گے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ صلیب پر وہ زیادہ شدید معلوم ہوئے ہوں گے ۔ وہ تنہا مرد جو دنیا سے اسلئے رد کیا گیا کیونکہ وہ گناہ سے مبرا تھا۔ خدا سے اسلئے رد کیا جاتا ہے کیونکہ وہ گناہ بنا۔ آہ! یہ کیسی محبت ہے جو قیاس سے بالاتر ہے۔ آہ! اُس کی تنہائی کی فتح کیسی عجیب وغریب

ہے ! اس نویں گھنٹے میں سیدنا مسیح ہمارے مولا دنیا میں ایسی تنہائی کی حالت میں تھے جو انسان کے ادراک وفہم سے باہر ہے!"۔ ملکِ مصر کے بادشاہی مقبروں کے کتبوں اورمنقوشات پر جگہ جگہ زندگی کی کنجی (مفتاح الحیات) کا نشان دیکھا جاتاہے۔ عجیب بات ہے کہ وہ نشان صلیب کی شکل میں ہے۔ جب ہم اپنی گول میزوں کے چوگردبیٹھے تھے تویکایک ہمارے دلوں میں یہ خیال گذرا کہ صلیب ہی مفتاح الحیات ہے اوریہاں زیرصلیب ہم نے تمام اشیا کی ماہیت پر غورکیا۔ ہم نے یہ محسوس کیاکہ اس میں یعنی صلیب ہی میں عالم موجودات کی حقیقت ہم پر روشن ہوتی ہے اوراگر ہماری رسائی اُس دکھ اورتکلیف تک ہوجائے جوصلیب میں مخفی ہے توہم زندگی کے معانی کو سمجھ سکیں گے۔

بلاریب مسیح ایک راز ہے اوراُس کا حل اُس کی قربان ہونے والی روح میں موجود ہے اوروہ رازحل بھی کہاں ہوتا ہے؟ صلیب پر! اس کا سمجھنا مسیح کو سمجھنا ہے۔ مسیح کوسمجھنا خدا سمجھنا ہے۔ اورخدا کو سمجھنا عالمِ موجودات اورزندگی کے معانی کو سمجھنا ہے۔ پس صلیب ہی وہ واحد کنجی ہے جس کو اگرمیں اپنے ہاتھ سے جانے دوں توپشیمان ہوجاتاہوں اورکائنات کا رازمجھ پر نہیں کھلتا۔ لیکن اس کنجی کو اپنے قبضہ اوراپنے دل میں رکھتے ہوئے میں اس راز کو معلوم کرنے پر قادر ہوں"۔ (اقتباس از"کرائسٹ ایٹ دی راونڈ ٹیبل" من تصنیف ای سٹینلی جونس)۔

باب ہفتم

"دیکھو خدا کا برہ!"

وسط ایشیا سے مسیح کی ایک جلاوطن خادمہ جس نے اہلِ اسلام کے درمیان نہایت تن وہی سے طویل خدمت کی ہے یوں کہتی ہے "ہم یہاں ابتدائی باتوں کو سب سے آگے رکھنا سیکھتے ہیں اورپھر بتدریج نہایت عقلمندی اوراستقلال کے ساتھ اپنے واحد مقصد تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ ہمیں بیرونی دنیا کو دکھائے بغیر خاموشی کے ساتھ ایسا کرنا چاہیے۔ تاکہ ہم اس اندرونی دنیا میں جہاں ہمارے آقا ومولا نے ہمیں رکھا ہے واقعی کچھ خدمت انجام دے سکیں۔ آج کل مسیح کے نام کی گواہی دینے کے لئے ہمیں آزادی حاصل ہے لیکن

اندیشہ یہ ہے کہ کسی وقت بھی یہ آزادی ہم سے چھن نہ جائے۔ لہذا ہمیں نہایت دانشمندی کے ساتھ وقت کو غنیمت جان کر اس کا مناسب وواجب استعمال کرنا چاہیے "کیا ہم مسیح کے گواہ ہونے کی حیثیت میں یہ سوال نہیں پوچھ سکتے کہ یہ مقصد کیا ہے؟ ہمارے پیغام کا مرکزکیا ہے؟ وہ کونسی حقیقت ہے جسے ہمیں ضرور ظاہر کرنا ہے؟ وہ کونسا ایسا صریح ، اعلیٰ وبرتر اورمتحرک پیغام ہے جو ہمیں غیرمسیحی دنیا کوپہنچانا ہے؟ کیا وہ پیغام یوحنا اصطباغی کے الفاظ سے ظاہر نہیں ہوتا جوبنی اسرائیل کے لئے ایک نئے پیغام کا پہنچانے والا تھا؟ بنی اسرائیل اوراہل اسلام میں بہت سی باتیں مشترکہ ہیں۔ بیابان میں پکارنے والی ایک آوازہی پیغام سنارہی ہے" یعنی دیکھو خدا کا برہ!"

ہیرودیس کی تیغ آبدار نے یوحنا کو جلد جامِ شہادت پلایا اوریوں اُس سے مسیح کے پاک نام کی شہادت دینے کی آزادی لے لی گئی ۔ لیکن جب تک اُسے یہ آزادی حاصل تھی اس نے ابتدائی باتوں کو پیش رکھا۔ یہ قیصر تبریاس کے عہد کا پندرھواں سال تھا۔ پنطس پیلاطس یہودیہ کا حاکم تھا۔ ہیرودیس گلیل پر حکمران تھا اورفلپس اور لائیسیس چوتھائی ملک کے حاکم تھے۔حنا اور کائفا کے سپرد ہیکل کی عبادت اورقربانیوں کا انتظام تھا۔ رومی سلطنت میں بغاوت کے آثار نمودار تھے۔ بہت نئے فرقے اورجماعتیں بن گئی تھیں جو اپنے اپنے فلسفے پیش کررہی تھیں۔ لیکن ان میں سے ایک میں بھی کوئی زندہ جاوید امید نہ تھی۔ لہذا خدا کا کلام بیابان میں یوحنا پر ظاہر ہوا اوراس نے جو کچھ سنا اس کی منادی کی یعنی" دیکھو خدا کا برہ!"۔

یہ الفاظ یعنی" خدا کا برہ" ہمارے مولا کے لقب کی صورت میں دو مرتبہ مقدس یوحنا اورایک مرتبہ پطرس کے پہلے خط میں مذکورہیں۔ مقدس یوحنا اس لقب کو تصغیر کی صورت میں مکاشفہ کی کتاب میں اٹھائیس مرتبہ استعمال کرتا ہے ۔ اگر ہم ان مقامات کامطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوجائے گا کہ اس شاگرد کے نزدیک جو سیدنا مسیح کے سینہ پر سر رکھ کر تکیہ کرتا تھا اورجودیگر شاگردوں کی نسبت اس کی نجات بخش محبت کے راز سے بیشتر واقف تھا ان الفاظ کوکس قدراہمیت حاصل تھی۔ یہ الفاظ سب سے پیشتر یوحنا اصطباغی کی گواہی میں مذکور ہیں جو اس نے مسیح کی نسبت دی"۔ دوسرے دن اس نے یسوع کو اپنی طرف آتے دیکھ کر کہا دیکھو یہ خدا کا برہ ہے جو دنیا کے

گناہ اٹھا لے جاتا ہے"اس کے اگلے دن یردن کے اس پارشاید بیت عنیا یا بیت ابارہ میں یوحنا اوراس کے شاگردوں میں سے دوشخص کھڑے تھے اس نے سیدنا مسیح پر جو جارہا تھا نگاہ کرکے کہا" دیکھو یہ خدا کا برہ ہے"۔

پطرس اس لقب کو بالکل اسی طرح تو نہیں استعمال کرتا لیکن گناہوں سے خلاصی حاصل کرنے کے متعلق ذکرکرتے ہوئے یوں کہتا ہے کہ" یہ فانی سونے اور چاندی کے ذریعہ سے نہیں ہوسکتی بلکہ ایک بے عیب اور بے داغ برے یعنی یسوع کے بیش قیمت خون سے"۔

پتمس کے جزیرے میں یوحنا کے مکاشفہ کے ذریعہ سے دفعتہً ہماری ملاقات یہوداہ کے قبیلے کے اس ببر سے ہوتی ہے جو خدا کا برہ بھی ہے" اورمیں نے اس سخت اورچاروں جانداروں اوران بزرگوں کے بیچ میں گویا ذبح کیا ہوا ایک برہ دیکھا" چوبیس بزرگ اس برہ کے سامنے گر پڑے (مکاشفہ ۵: ۸) اورایک نیا گیت گانے لگے اورفرشتے جو شمارمیں لاکھوں کروڑوں تھے بلند آواز سے یہ کہتے سنائی دیئے " ذبح کیا ہوا برہ ہی قدرت اور دولت اورحکمت اور طاقت اور عزت اورتمجید کے لائق ہے"تمام مخلوقات بھی جواب میں برہ کی حمدوعزت کے گیت گاتی ہے۔

پھر ہم پڑھتے ہیں کہ برہ خدا کی سات مہروں میں سے ایک کو کھولتا ہے اورخدا کا غضب پے درپے ظاہر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ لوگ خوف زدہ ہوکر چلا کر" پہاڑوں اورچٹانوں سے کہنے لگے کہ ہم پر گرپڑو اور ہمیں اس کی نظر سے جو تخت پر بیٹھا ہوا ہے اوربرہ کے غضب سے چھپالو" (مکاشفہ ۶: ۱۶) نجات یافتہ لوگوں کی ایک بڑی جماعت سفید جامے پہنے تخت اوربرہ کے آگے کھڑی بڑی آواز سے چلاچلا کر اُس کی تمجید کے گیت گاتی ہے۔ کیونکہ برہ جو تخت کے بیچ میں ہے وہ اُن کی گلہ بانی کرے گا اور خدا اُن کی آنکھوں کے سب آنسو پونچھ دے گا(مکاشفہ ۷: ۱۷،۱۰)۔

آگے چل کر ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح وہ برہ کے خون کے باعث بھائیوں پر الزام لگانے والے پر غالب آئے(۱۲: ۱۱)اوراس لئے بھی کہ اِن کے نام برہ کی کتاب حیات میں لکھے گئے تھے(۱۳: ۸) پھر ہم برہ کوکوہِ صیون پر کھڑا دیکھتے ہیں(۱۴: ۱) اوروہ جو عورتوں کے ساتھ آلودہ نہیں ہوئے برہ کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں

کیونکہ وہ خدا اوربرہ کے لئے پہلے پھل ہونے کے واسطے آدمیوں میں سے خرید لئے گئے (۱۴: ۴)۔ لیکن وہ جو اُس حیوان کی پرستش کرتے ہیں برہ کے سامنے آگ اور گندھک کے عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں (۱۴: ۱۰) وہ جو غالب آئے تھے برہ کا گیت گاتے تھے (۱۵: ۳) وہ جو اس حیوان کے ساتھ ہیں برہ سے لڑتے ہیں۔ لیکن برہ اُن پر غالب آتا ہے کیونکہ وہ خداوندوں کا خداوند اوربادشاہوں کا بادشاہ ہے (۱۷: ۱۳) اس کے بعد آسمان پر ایک بڑی بھیڑ کی آواز یہ کہتے ہوئے سنائی دی " ہلیلویاہ اس لئے کہ بری کی شادی آپہنچی (۱۹: ۷) " مبارک ہیں وہ جو برہ کی شادی میں بلائے گئے ہیں"۔ آخری ابواب میں تمام جلال اوربزرگی خدا کے برہ کو دی گئی ہے جو دنیا کے گناہ اٹھالے جاتا ہے ۔ مقدس شہر برہ کی دلہن ہے۔ کل رسول برہ کے رسول ہیں اس میں کوئی مقدس نہیں کیونکہ خداوند خدا قادرِمطلق اوربرہ اس کا مقدس میں (۲۱: ۲۲) اس شہرمیں سورج اورچاند کی کوئی حاجت نہیں۔ کیونکہ خدا کے جلال نے اُسے روشن کررکھا ہے اوربرہ اس کا چراغ ہے (۲۱: ۲۳) اسمیں کوئی داخل نہیں ہوسکتا مگروہ جس کے نام برہ کی کتابِ حیات میں لکھے ہیں (۲۱: ۲۷) آب حیات کا دریا برہ کے تخت سے نکل کر سڑک کے بیچ میں بہتا ہے کیونکہ خدا کا تخت برہ کا تخت ہے اوراس کے بندے اس کا منہ دیکھینگے اوراس کا نام (یعنی یسوع کا نام) اُن کے ہاتھوں پر لکھا ہوا ہوگا (۲۲: ۱تا ۳)۔ " تو اُسکا نام یسوع رکھنا۔ کیونکہ وہی اپنے لوگوں کو اُن کے گناہوں سے نجات دے گا"۔

پس کون ان متعدد مقامات کی دلائل اوراُن کے بےشمار ثبوتوں کے باوجود کہہ سکتا ہے کہ یسوع مسیح خدا کا برہ ہوکر گنہگاروں کا نجات دہندہ۔ دنیا کا بچانے والا ۔ جلال کا بادشاہ ، عادل منصف اورقوموں کا ایک ہی جوہر ہے اورباپ کی اوراس کی ایک ہی صفات ہیں اوراس کی اورباپ کی ایک ہی شان ۔ بزرگی اوراختیار ہے۔

یہ تمام باتیں یوحنا اصطباغی کے الفاظ میں مخفی تھیں جو اس نے اُس بے عیب یسوع ناصری کو دیکھ کر یردن کے کنارے کہے حالانکہ یسوع اپنے بپتسمہ کے وقت گنہگاروں کے ساتھ شمار کیا گیا تھا۔ لیکن بعدازاں آسمان پر سے اس آواز کے آنے کے ذریعہ سے کہ " یہ میرا پیار بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں"۔ اس کو جلال بخشا گیا (متی ۳: ۱۷)۔

یقیناً یوحنا نے یہ الفاظ اس خیال سے کہے ہونگے کہ لوگوں کے ان کے حقیقی معانی سمجھ میں آجائیں۔ اس نے یہ الفاظ چیستان کے طور پر نہ کہے بلکہ اُس کی مراد ان الفاظ سے مسیح موعود کوظاہر کرنا تھا۔ غالباً اس کا مطلب یسعیاہ کے ۵۳ویں باب کے یہوداہ کے صادق بندہ سے ہوگا جو ہماری بدکاریاں اٹھاتا ہے اوربرہ کی مانند ذبح کرنے کو لے جایا جاتاہے۔ اگران الفاظ سے محض یسوع کے حلم اوراس کی فروتنی کی جانب اشارہ ہو (جیسا کہ جدید الہیات کے بعض معتقد اپنی تحریروں میں دکھانے کی کوشش کرتے ہیں) اوران میں اس کے کفارہ اورقربانی کا عنصر شامل نہ کیا جائے تواس سے اسی قسم کے دیگر مقامات کا خون ہوتاہے۔گوڈیٹ اپنی رائے ظاہرکرتے ہوئے کہتا ہے"اس میں کچھ شک نہیں کہ یوحنا کو اس فرق نے جو اس نے یسوع اوراپنے درمیان دیکھ لیا تھا راغب کیا ہو کہ عہدعتیق کے جملہ القاب پراس لقب کوترجیح دے یعنی" خداکابرہ" جوجہان کے گناہ اٹھالے جاتاہے"۔ یہ حیرانی کی بات ہے کہ یہ لقب" برہ" جس سے اس مبشر نے یسوع کو سب سے پہلے جانا وہی ہے جس کو کتابِ مکاشفات میں ترجیح دی گئی ہے۔ وہ اس سر کو جوایک مرتبہ اس کے سرمیں سماگیا تادمِ مرگ الاپتارہا"۔

یہ شیریں راگ خود مسیح کی اپنی اوراولین تعلیم میں سنائی دیتا ہے یعنی اس نے فرمایا کہ وہ اس لئے آیاکہ اپنی جان اوروں کےلئے فدیہ میں دے اورجس طرح موسیٰ نے پیتل کا سانپ بیابان میں لکڑی پر اٹھایا اسی طرح ابن آدم بھی ہماری نجات کی خاطر صلیب پرچڑھایا جائیگا۔

مسیح کاکوئی لقب یا نام مختلف کلیسیاؤں کی نماز کی کتاب میں اتنی مرتبہ نہیں آیاجتنی دفعہ یہ نام

" اے خدا کے برہ جو جہان کے گناہ اٹھالے جاتاہے اپنا اطمینان ہمیں بخش۔

اے خدا کے برہ جو جہان کے گناہ اٹھالے جاتاہے ہم پر رحم کر" ڈینٹے کی تصنیف پرگٹوریو میں بھی آوازیں یک زباں ہوکر معافی کےلئے یہی دعا مانگتی ہوئی سنائی دیتی ہیں"خدا کا برہ" یہی اُن کی تمہید ہے اورفقط اسی نام کو وہ ہم آوازہوکرگاتی ہیں"۔

یوحنا اصطباغی مسیح کی شخصیت پر اپنی توجہ مرکوز رکھتاہے۔ وہ صیغہ واحد استعمال کرتاہے اورکہتاہے" دیکھ"

حالانکہ مسیح تمام دنیا کے گناہ اٹھالے جاتا ہے توبھی ہم میں سے ہرایک کو اپنے ذاتی گناہ کے دورکرنے کےلئے شخصی طورپر مسیح کو دیکھنا ہے"۔ وہی ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے اور نہ صرف ہمارے گناہوں کا بلکہ تمام دنیا کے گناہوں کا بھی"۔

سیدنا مسیح کوئی شاہانہ لباس اورشاہی تاج پہنے ہوئے نہ تھا۔ وہ نجارکا بیٹا تھا۔لیکن یوحنا رسول نے اس میں وہ جلال دیکھا جوباپ کے اکلوتے کا تھا۔ اس نے اس فضل وسچائی سے معموردیکھا۔ وہ خدا کا برہ ہے۔ اس کے وسیلہ سے سب چیزیں بنیں اورکل پراُس کا اختیارہے۔ خدا نے اپنے بیٹے کو دنیا میں بھیجا اوروہ اُسے پیارکرتا ہے۔ اس قربانی میں انسان کا کچھ خرچ نہیں ہوتا۔کیونکہ خدا ہی اپنی سب سے بہترین چیزدیتا ہے۔

"دیکھو اُس مرد کو! یہ الفاظ پیلاطس نے سیدنا مسیح کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہے جب اُس نے اُسے کانٹوں کا تاج سرپررکھے ہوئے زخمی اورگھائل اورارغوانی چوغہ پہنے ہوئے دیکھا۔یوحنا اصطباغی نے مسیح کی خدمت کے آغازہی میں اس کے بپتسمہ کے بعد کہا" دیکھو خدا کا برہ"۔

دنیا اس وقت سے لے کر ابتک اُسے دیکھ رہی ہے۔ کیونکہ وہ تمام تاریخ افق پر محیط ہے۔ وہ چھپ نہیں سکتا۔ لوگ تو اس پرنظرکرتے اورکنی کتراکر گذرجاتے ہیں یا اُسے دیکھ کرآخردم تک اس کی پیروی کرتے ہیں۔ سٹڈرٹ کینڈی یسوع کا بیان کرتے ہوئے اُس کا نقشہ بعینہ ویسے کھینچتا ہے جیسے موجودہ دنیا اُسے دیکھتی ہے۔ اور کہتا ہے:

وہ ' اب بھی اپنی خستہ حال کلیسیا کے ساتھ اُسی طرح ذلیل وخوارنظرآتا ہے جو سبت کے روزتو ہوشعنا کے نعرے بلند کرتی ہے لیکن جمعہ کے دن باغ گتسمنی میں اُسے اکیلا چھوڑکر فرار ہوجاتی ہے جو بڑے ہونیکے متعلق بحث توکرتی ہے لیکن تھے ماندوں کے پاؤں دھونے سے احترازکرتی ہے جو پطرس کی مانند پہلے اقرار توکرتی ہے۔ لیکن بعد میں اُسے پکڑوادیتی ہے یعنی اپنے بیکس ولا چارخادمانِ دین کے ایک گروہ عظیم کے ساتھ جس میں میرے جیسے کم عقل بے وقوف لوگ شامل ہیں۔ جو انجیل کی منادی توکرتے ہیں لیکن اُس کی تعلیم کا اثر اپنی زندگیوں میں دکھانے سے قاصر ہیں۔ جو محبت کرنے کی کوشش توکرتے ہیں لیکن دراصل عوام کے دل پسند نہیں ہوسکتے۔ وہ اب بھی ویسا

ہی قابلِ تضحیک معلوم ہوتا ہے جیسا اس وقت تھاکہ جب اُس کے سر پر کانٹوں کا تاج دھرا تھا اوراُس کی زخمی پیٹھ پر جس سے سیل خون جاری تھا ایک غلیظ ارغوانی چوغہ پہنایا گیا تھا جب اُس کے ہاتھ میں تمسخر کے طورپر عصا کے بجائے لاٹھی پکڑائی گئی تھی۔ اوراس کے مبارک چہرے پر ایک شرابی سپاہی کا تھوک بہہ رہا تھا۔ ہاں بعینہ وہی مسیح جو تب تھا اب بھی ہے۔ لیکن میں اُس سے خوف کھاتا ہوں کیونکہ مجھے خیال ہے کہ نئی روشنی کا انسان اپنے انتہائی وحشی پن اوربربریت کے باوجود اپنے دل میں اس سے ڈرتا ہے اس لئے یسوع انسان کے دل میں ایک قسم کی بے چینی اوراضطراب پیدا کرتا ہے وہ انسان کی خود اعتمادی کو دورکرتااوراس کے غرور اورتکبر کی بیخ کنی کرتا ہے اس میں کچھ ایسی قدرت ہے کہ صاحب اقتداربھی اُسے سجدہ کرنے کو اپنے تئیں مجبورپاتے ہیں حالانکہ سجدہ کا سزا وارفقط خدا قادرمطلق ہے"۔

مسیح وہ برّہ ہے جو خدا کا کفارہ کےلئے مہیا کرتا ہے تاکہ وہ کفارہ کی قربانی ٹھہرے۔ عبرانیوں کے خط کی صریح تعلیم کے مطابق ہم مسیح میں عہد عتیق کی تمام تعلیم کی تکمیل دیکھتے ہیں۔ جو گناہ کے کفارہ کے لئے خون کی قربانی کو لازم قراردیتی ہے یہاں پر تمام انسانی رسوم اور قربانی سے متعلق جملہ احکام کا بزرگ واضع اوربانی موجود ہے یعنی خدا کا برہ جو تمام اقوام کی آرزو اورتمنا ہے۔

عبرانیوں کے خط کا راقم کوہِ سینا کے جلال اورکوہِ صیون پراخلاقی اصول اور قواعد دیتے وقت مزید جلال کا مقابلہ کرتے ہوئے ایک حیرت انگیزمعراج کو پہنچتا ہے اوریوں فرماتا ہے" تم زندہ خدا کے شہر یعنی یروشلیم کے پاس اور لاکھوں فرشتوں اوراُن پہلوٹھوں کی عام جماعت یعنی کلیسیا جن کے نام آسمان پر لکھے ہیں اورسب کے منصف خدا اورکامل کئے ہوئے راست بازوں کی روحوں اورنئے عہد کے درمیانی یسوع اورچھڑکاؤ کے اُس خون کے پاس آئے ہوجو ہابیل کی نسبت بہترباتیں کرتا ہے"۔

خون کے بہائے جانے سے گناہوں کی معافی کس طرح ہوتی ہے؟ قربانی کی رسم شروع کیونکر ہوئی ؟ اسکے عالمگیر ہونے کی کیاوجہ ہے ؟ نہ فقط ملکِ شام کے مذہب میں بلکہ تمام اقوام کی قربانی سے متعلق رسومات میں ہم کفارہ کے تین بنیادی اصول پاتے ہیں یعنی فدیہ اطمینان ودل جمعی اور آسودگی

وکفایت ۔ یہ سب صلیب پر مسیح کی قربانی میں موجود ہیں۔ مسیح اُن ہی معانی میں ہمارے لئے مرا جس طرح کوہِ موریا پر بیل اضحاق کے عوض قربانی چڑھا مسیح کی موت سے کاملِ تسلی اورخاطر جمعی ہوگئی یعنی عدل وانصاف کا تقاضا پورا ہوا معافی حاصل ہوئی ۔ اس سے بھی کہیں زیادہ جتنی چوکھٹ پر خون کا نشان لگانے سے ہوئی جب کہ ملک الموت کے مصر کے پہلوٹھوں کو مارتا ہوا گذررہا تھا۔ مسیح کی موت کافی ہے۔ وہ دوبارہ نہیں مرنے کا ۔اُس نے ایک بارصلیب پر قربان ہونے سے "ایک کامل اورکافی قربانی گذرانی اورتمام دنیا کے گناہوں کےلئے تسلی بخش ذبیحہ پیش کردیا"۔

ٹرمبل " خون کے عہد" کے دلچسپ مطالعہ کے دوران میں ملک شام وروم کی ابتدائی تعلیم کا ایک نہایت عمدہ خلاصہ پیش کرتاہے جو عہدِ عتیق کی تعلیم سے بہت کچھ مطابقت رکھتاہے اور وہ کہتاہے کہ " ان لوگوں کے نزدیک خون بہائے جانے کے بغیر گناہوں کی معافی اورخدا سے رفاقت اوراطمینان قلبی حاصل کرنا ممکن نہیں" یوحنا اصطباغی کے مسیح کو خدا کا برہ کہنے کے معنی کو سمجھنے کےلئے ہمیں چاہیے کہ عہدِ عتیق کے صحائف کا بغور مطالعہ کریں کیونکہ یہی عہدِ جدید کے موضوع کی بنا اوراصل ہیں۔

ملک شام کے اس وسیع مذہبی تصورکو ہم اسلام کی قدیم رسم یعنی عقیقہ کی قربانی میں پاتے ہیں۔ جس کو آنحضرت نے جائز قراردیا۔ وہ عنقریب عالمگیر رسم ہے جو راسخ الاعتقاد وروایات پر مبنی ہے اورمراکو سے لے کر ملکِ چین تک رائج ہے۔ روایات سے معلوم ہوتاہےکہ آنحضرت نے نہ فقط اپنے دونو نواسوں امام حسن اورامام حسین کےلئے ہی عقیقہ کی قربانی گذرانی بلکہ خود اپنے لئے بھی (عن نفسہ) وہ دعا جو سات دن کے بچہ کے گناہوں کی مغفرت کےلئے برہ یا بکری کے بچہ کے قربانی چڑھائے جانے کو موقع پرمانگی جاتی ہے مندرجہ ذیل ہے:

" اے خدا میرے بچہ فلاں فلاں نامی کےلئے یہ عقیقہ کی قربانی گذرانی جاتی ہے۔ اُس کا خون اُس کے خون کے عوض۔ اس کا گوشت اس کے گوشت کے عوض۔اُس کی ہڈی اُس کی ہڈی کے عوض، اُس کا چمڑہ اُس کے چمڑے کے عوض اوراُس کے بال کے عوض اے خدا اسے میرے بچہ کو دوزخ کی آگ سے بچانے کا فدیہ بنا کیونکہ فی الحقیقت میں نے اس کی طرف جس

نے آسمان وزمین پیدا کئے رجوع کیا اورمیں تجھ پر ایمان رکھتا ہوں۔ میں اُن میں سے نہیں جو تیری ذات واحد میں دوسروں کو تیرا شریک ٹھہراتے ہیں۔ واقعی میری نماز اورمیرا نذرانہ بلکہ میری زندگی اورموت خدا کےلئے ہے جو مالکِ ہر دوجہاں ہے اورلا شریک ہے۔ میں نے یہی تعلیم پائی اورمیں اہل اسلام میں سے ہوں"۔

اہل اسلام میں بھی فسح کی مانند اس ذبحیہ کی ہڈی نہیں توڑی جاتی۔ مقدس یوحنا اس خاص امر پر اشارہ کرتا ہے جو نبوت کے طورپر لفظ بہ لفظ پورا ہوا (یوحنا ۱۹: ۳۶)۔ کیونکہ اُس نے کلوری پر خدا کے برہ کو دیکھا۔ جو جہان کے گناہ اٹھالے جاتا ہے"۔

اہلِ اسلام اوردیگر غیر مسیحی اقوام کےلئے انجیل کا پیغام اسی مختصر سے جملہ میں پایا جاتا ہے۔ مسیح کی صلیب اسلامی عقیدہ کی زنجیر کی غائبی کڑی ہے۔ مسیح کی صلیبی موت۔ اس کی ضرورت ۔ اس کے تاریخی واقعہ ہونے کی حقیقت اسکے معانی ومقاصد ۔ اُس کے نتائج۔ اُس کی قدرت اوراُس رقت ودلسوزی یہ تمام حقائق اسلام کے اربابِ فکر ودانش کی چشم بصیرت سے پوشیدہ رہے ہیں۔ لیکن خدا انہیں بچوں پر ظاہر کرتا ہے۔ جس وقت متلاشی حق مسیح کی صلیب کے پاس جاکر مصلوب مسیح پر نظر کرتا ہے تو اس وقت اس کی تمام مشکلات حل ہوجاتی ہیں۔ اسلام میں افعل تصوف بھی باوجود اپنی کمالیت کےصلیب کے رازکوظاہر کرنے میں قاصر رہے ہیں۔ بہت سی روحوں کے ہولناک انجام کا یہی سبب ہے جو منزل مقصود پر پہنچے بغیر متواتر بھٹکتی رہتی ہیں۔غزالی ، شعرانی ، جلال الدین الرومی، ابن العربی اوراسی قسم کے بہت سے متلاشیانِ حق ایک طویل اورخطرناک راہ پر سفر کرتے رہے ہیں۔ گناہ اورتوبہ مغفرت اورخدا کا دیدار حاصل کرنے کے متعلق اُن کی جو تعلیم ہے ازبس کہ وہ انجیل کی تیاری کےلئے مفید تو ہے۔ تاہم وہ کلوری کی بلندیوں تک ہرگز ہرگز نہیں پہنچتی ۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ملک عرب کا " مسرف بیٹا" خود بھی راہ سے بالکل گمراہ ہوگیا اوربہت سے لوگوں کو گمراہ کرگیا۔ اگرہم پیدائش کی کتاب کے عہد سے لے کر کوہ کلوری کے دامن تک تمام راہ خون کے نشانوں کی پیروی نہ کریں گے تو ضرورگمراہ ہوجائیں گے۔

پرنسپل فورستھ کہتا ہے کہ" رسولوں نے خدا سے دوبارہ میل اورصلح کا انحصار ہمیشہ صلیب اورسیدنا مسیح کے خون پر رکھا ہے۔ اگرکبھی ہم ایسا نہیں کرتے (جیسا کہ موجودہ زمانہ میں بہت سے لوگ کررہے ہیں) تو عہدِ جدید کی خوفناک توہین کا ارتکاب کرتے ہیں ۔ زمانہ حاضرہ کے بہت سے قبیح اورمذموم خیالات اوران کے حضرت رساں اثر کی وجہ یہ ہے کہ وہ اصل روحانی مذہب ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے فقط عہدِجدید ہی کو سرے سے نظر اندازکرتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی تاریخی مسیحیت کوبھی وہ نام نہاد نقاد اعلیٰ کہ جن کا انحصارایک اصول یا عنصر پر ہے یا اپنی ذات معقولات پر ہے یا روحانی تاثرات پر۔ ہاں یہی وہ ہیں جو عہدِ جدید کواس کی مکمل صورت میں تونہیں مانتے لیکن اس کے بعض مقامات کی بہت قدرواحترام کرتے ہیں۔

جب لوگ مسیح کی " صلیب کے بغیر" انسانی جماعت یا انسانی زندگی کی نجاست کو پاکیزگی میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں تو وہ ایک لاحاصل شے کے درپے ہوتے ہیں ۔ جب ہم دنیا کے حق میں خدا کے فضل کو پورا ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں توہم فوراً یہ کہہ سکتے ہیں کہ تمام حوادث زمانہ بہتری کے لئے ہیں۔ خصوصاً جب ہم نئے خیالات اورنئے مواقع سے دوچار ہوتے ہیں ۔ لیکن جب یوحنا توبہ کی منادی کرتا ہوا آیا تواس وقت پیشین گوئیوں کی تکمیل کا وقت تھا۔ رومی سلطنت اوریہودی کلیسیا میں بغاوت کے آثار نمایاں تھے۔ بہت تیاریاں ہوچکی تھیں۔ نہایت انتظار کی ساعت تھی۔ سابق نظم ونسق کے متعلق نہایت نا امیدی تھی توبھی یوحنا نے اس نئے زمانہ کو ایک جدید طریق نجات کی منادی سے شروع کیا۔ یعنی" دیکھو خدا کا برہ جو جہان کے گناہ اٹھا لے جاتا ہے"۔

ہم سابقہ نظام کی نجات کے آرزومند ہیں۔ لیکن نہایت لازم ہے کہ یہ نجات مسیح کے خون کے ذریعہ سے ہو۔

مسیح کی صلیب ہی دنیا کی امید ہے لیکن متواتر خطرہ جو ہمیں درپیش ہے یہ ہے کہ ہم اپنی تجاویز پر بیشتر اعتماد کرتے ہیں اورنہایت تکبرانہ اندازمیں اُن کا ذکر کیا کرتے ہیں لوگوں سے ہم یہ کہنا توبھول جاتے ہیں ۔ " دیکھو خدا کا برہ ! پردکھاتے کیا ہیں؟ اپنی برداری ! نئی تدبیریں! نیا موقع!

ایک عجیب وغریب تصویر جس میں مسیح صلیب پر لٹک رہا ہے اورجو یہ ظاہر کرتی ہے کہ امید فقط اسی میں ہے

ایسے حیرت انگیز طریق پر اورخوبصورت رنگوں میں کفارہ کی عالمگیری اوراُس کی قدرت کا اظہار کرتی ہے کہ ممکن نہیں کہ اس کا نقش ذہن سے مٹ جائے ۔ اس تصویر کا قصہ یوں ہے کہ بلٹیر ہرونی جو ملک ابے سینیا کے شہر ادیس بابا میں دربارِ خاص وعام کا صدرتھا اُس نے سوئیٹزرلینڈ کے ایک مشن اسکول میں تعلیم پائی تھی اورعہد جدید کا ترجمہ بھی امہری زبان میں کیا تھا دوران جنگ اس نے بڑی عزت ومرتبہ حاصل کیا تھا۔ اقوامِ عالم کے باہمی امن وصلح کے متعلق غورکرتے ہوئے اسے خیال گذرا کہ یہ محض مسیح کی قربانی کے ذریعہ سے ممکن ہے۔ پھر اس نے چاہاکہ اپنی عقل کے مطابق اپنے تصورکو خط وخال کی صورت میں ظاہر کرے چنانچہ اس نے اپنے خیالات شہر پیرس کے ایک مشہورمصورکے سپرد کردئیے جس کا نتیجہ وہ مشہورومعروف صلیب کی تصویر ہے جو خیالات کے اعتبارسے تونہایت مہیب ہے۔ لیکن اس کے مطابق بالکل صاف وروشن ہیں۔ تصویر مذکور نہایت دلفریب ہے اوراس کا پیغام بھی ایک قائل کرنے والا پیغام ہے ہمارا نجات دہندہ دنیا کے مشرقی ومغربی نصف کرہ ارض کے درمیان صلیب پر لٹک رہا ہے۔ اس کی پائین میں بادلوں سے گھرا ہوا دھندلا آسمان ہے۔ مصیبت زدہ مصلوب کے سرپر تاج خاردار کے چوگرد آنے والی فتح کا ہالا ہے۔ اوروہ دنیا کے دونوں حصوں پر نظر کررہا ہے جن کی خاطر اُسنے اپنی جان دی۔ اُس کے زخمی ہاتھوں سے خون بہہ رہا ہے جس سے دنیا کے تمام براعظم اورجزیرے سرخ ہورہے ہیں یہ مسیح کے خون کے وسیلہ سے تمام دنیا کی نجات کی تصویر ہے جس کے نیچے تین زبانوں میں یہ آیت مرقوم ہے" خدا نے جہان کو ایسا پیارکیاکہ اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اُس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے"۔

" سب سے اعلیٰ اورعمدہ خدمت یہ ہے کہ ہم مسیح مصلوب کی منادی کریں۔ خواہ وہ منادی خاموش مجمع میں کی جائے یا مناظرانہ رنگ میں۔ مگر وہ اس یقین کے ساتھ کہ فقط یہی زخمی وفگاردلوں کو شفا اور ایمان دارکو اس کے رہے سہے گناہوں سے مخلصی دینے کی ایک راہ ہے اورفتح اُسی کلیسیا کی ہے چاہے وہ دنیا کے کسی گوشہ پر ہو یا اُن گھروں میں ہو جوجہاں مسیحیت اپنے عروج وکمال پر ہے۔ حتیٰ کہ ہماری مشنوں کے دوردراز اور پُرتاریک خطوں میں ہی کیوں نہ ہو جو نہایت

سنجیدگی اور عقیدت کے ساتھ اس قدیم اعتقاد کی تجدید کرے کہ" خدا نے ہم سب کی بدکاریاں اُس پر لا ددیں" اوروہ خود ان الفاظ کو خوشی اور خرمی کے اُس نغمہ میں کہ جس کی صدائے بازگشت سے زمین وآسمان گونج اٹھیں گے۔ تبدیل کردے گا ۔" جس نے ہم سے محبت رکھی۔ جس نے اپنے خون کے وسیلہ سے ہم کو ہمارے گناہوں سے مخلصی بخشی اورہم کو ایک بادشاہت بھی اوراپنے خدا اورباپ کے لئے کاہن بھی بنایا۔ اُسکا جلال اورسلطنت ابدالاآباد رہے"آمین۔

پرنسپل جان کئیرنز۔

اب ہشتم

"انہوں نے ۔۔۔جلال کے خداوند کو صلیب دی"

حالانکہ مقدس پولوس نے یہ بات محسوس کرلی تھی کہ مسیح مصلوب کا پیغام ہلاک ہونے والوں کے نزدیک بیوقوفی ہے(۱کرنتھیوں ۱: ۱۷) یہودیوں کے نزدیک ٹھوکر اورغیر قوموں کے نزدیک بیوقوفی ہے۔ (۱کرنتھیوں ۱: ۲۳)لیکن توبھی اُس نے یہ مصمم ارادہ کرلیاکہ مسیح مصلوب کے سوا اورکوئی پیغام نہ دے۔ گو اس کے باعث اُسے بہت کمزوی خوف اورتذبذب کی حالت میں سے گذرنا پڑا۔(۱کرنتھیوں ۲: ۳) صلیب کا پیغام ایک راز عظیم ہے۔ حالانکہ پولوس نے خدا کی حکمت اوراُس کی قدرت کو ظاہر کیالیکن یہ فقط روح کے ذریعہ سے ہوا جو خدا کی تہ کی باتیں بھی دریافت کرلیتا ہے (۱کرنتھیوں ۲:۱۰) اسی خیال کے ضمن میں پولوس نے اس جہان کے سرداروں کی نسبت جنہوں نے خدا کی حکمت کے بھید کو نہ سمجھا۔ نہایت بےباکی سے اپنی رائے کااظہار کیاہے۔ یعنی" اگر سمجھتے توجلال کے خداوند کو صلیب نہ دیتے "(۱کرنتھیوں ۲: ۸)۔

افسس کی کلیسیا کے بزرگوں کو خطاب کرتے ہوئے مقدس پولوس ان سے بھی بڑھ کر دلیرانہ اوردلکش الفاظ استعمال کرتا ہے" پس اپنی اوراس سارے گلہ کی خبرداری کرو۔ جس کا روح القدس نے تمہیں نگہبان ٹھہرایا تاکہ خدا کی کلیسیا کی گلہ بانی کرو جسے اس نے اپنے خاص خون سے مول لیا"(اعمال۲۰: ۲۸) ہم ایسے دلرانہ اشارات یعنی جلال کے خداوند کا صلیب دیا جانا اورخدا کا خون وغیرہ کو سن کر ذرا جھجکتے ہیں۔ لیکن جب ہم ان الفاظ کی سختی کو کسی قدر دورکرنے کی کوشش کرتے ہیں توہم دیکھتے ہیں کہ یونانی زبان کی اس عبارت کا بجز اس کے اور کوئی مطلب نہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ امریکہ کے نئے ترجمہ میں (اعمال۲۰: ۲۸) بجائے خدا کے لفظ خداوند آیا ہے۔ جوبالکل غیر ضروری ہے ۔ ایکسپوزیٹرز بائبل میں سٹوکس کہتا ہے"بعض لوگوں نے خدا کے عوض اس کو خداوند بعض نے اس کے مسیح کا لفظ پڑھا ہے۔ لیکن نظر ثانی شدہ ترجمہ میں ویسٹکٹ ہارٹ(اورنیل) کے تراجم کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے محض نقاد انہ وجوہ کے پیش نظر اس کی زوردار صورت کو قائم رکھا گیا ہے۔

اگنیشئیس نے مقدس پولوس کے خط لکھے جانے کے پچاس سال بعد اہلِ افسس کو یوں لکھا"ایماندارخدا کے خون کے باعث ایک زندہ آگ کی مانند بھڑک اٹھتے ہیں"۔ اس کے سوسال بعد ٹرٹولین بھی یہی الفاظ یعنی" خدا کا خون" استعمال کرتا ہے۔ دوسرے مقام میں بھی یونانی متن یقیناً صحیح ہے اوریہ الفاظ مقدس پولوس نے اس واقعہ کے ستائیس سال بعد لکھے یعنی اناجیل کے رائج ہونے سے بھی پیشتر" اگر وہ جانتے توجلال کے خداوند کو صلیب نہ دیتے"۔

" یہ جلال کا بادشاہ کون ہے؟ لشکروں کا خداوند ہی جلال کا بادشاہ ہے"(زبور۲۴: ۱۰)۔

عہدِ عتیق اورعہدِ جدید دونو میں جلال کے خداوند سے مراد وہی ہے جس کی صفات میں جلال بادشاہ ہے(زبور۲۹: ۱۔ اعمال ۷: ۲۔ افسیوں ۱: ۱۷۔ یعقوب ۲: ۱)۔ یعنی وہ خداوند جو اپنے ذاتی وطبعی حق کے مطابق جلال کا مالک ہے یہ خیال الہیات کی رو سے بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ یہ ہمارے خداوند

کی الوہیت پراشارہ کرتاہے۔ اسی قسم کے دیگر مقامات مثلاً (۱کرنتھیوں ۱۱: ۲۰۔ ۱کرنتھیوں ۱۱: ۲۷) جہاں" خداوند کی موت" اور" خدا کا خون اوراس کا بدن" مذکورہیں اہمیت تووہسی ہی رکھتے ہیں ۔ لیکن ان کے الفاظ اس قدرمہیب نہیں۔ اپنی زمین زندگی کے ایام میں بھی ہمارا نجات دہندہ پولوس رسول کے نزدیک وہی خداوند تھا جو پنے ذاتی اورطبعی حق کے مطابق کا مل جلال کا مالك ہے جیسے یوحنا کے نزدیك ویسے ہی پولوس کے نزدیک بھی کلام جو مجسم ہوا " ابتدا میں خدا کے ساتھ اورکلام خدا تھا"۔

بلاریب ایک الہیٰ ہستی ایک قادرمطلق منجئی کا صلیب پرکیلوں سے جکڑا جانا ایک رازہے جس سے بڑھ کر زمین وآسمان پر اورکوئی رازنہیں۔لیکن عبارت مافوق سےیہی معانی نکلتے ہیں۔ صلیب پر ہی ہم مسیح میں خدا کی محبت وشفقت کو مجسم صورت میں دیکھتے ہیں ۔ اس مقام پر پہنچ کر اورآخری تدبیر کو پورا ہوتے دیکھ کرہم صوبہ دارکی مانند اس کی الوہیت کے قائل ہوجاتے ہیں ۔ یہ وہ کارِعظیم ہے جو فقط خدا ہی کی شان کے شایاں ہے لیکن مسیح نے اُسے صلیب پر انجام دیا۔ اورہر ایک روح جو اس کے ذریعہ سے جیت لی جاتی ہے وہ مسیح میں ہوکر خدا کے لئے جیتی جاتی ہے۔

مسیح اپنی موت اورزندہ ہونے کےذریعہ سے پولوس پر عالم موجودات کا عین مرکز ثابت ہوتا ہے وہ تمام مخلوقات کا مبداء اُن کے باہمی یگانگت ورفاقت کا اصل اصول ہے۔ اُن کا انجام اوراُن کے تمام اسرار کاحل ہے(کلسیوں۱: ۱۳تا ۱۸) اس مقام کو پڑھ کر کوئی شخص اس امر سے انکارنہیں کرسکتا کہ مسیح خدا کے جلال میں برابرکا حصہ دارہے۔

اسی مقام کے متعلق جہاں خدا کے بیٹے کی الوہیت پر اشارہ ہے کہ جس کی محبت میں ہماری نجات ہے۔ جان کارڈیلئیر رومن کیتھولك صوفی یوں گویاہے " اگرصلیب کی کچھ حقیقت ہے تویہ کہ وہ دنیا کے وجود کی بنیاد ہے وہ عالمِ موجودات میں ایك ہیولےٰ سے لے کر دوسرے ہیولےٰ تك جاتی ہے اوردنیا کی حدود کوباہم ملاتی ہے اورانہیں اپنی زخمی ہاتھ دکھاتی ہے زندگی کے شعبہ جات میں تمام ترقی محبت اور رنج والم کی اس باہمی ٹکر سے پیدا ہوتی ہے جو اس کی اصلیت کا رازہے۔

مسیح کی پُراسرار صعوبت ہماری مسرت وخوشی کی بنا ہے۔ یہ بات نہایت حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے کہ کس طرح کوئی ماہر علم الحیات مسیحی مذہب کے بجائے کسی دوسرے مذہب کا پیرو ہو۔ جس حال کہ عالم موجودات کے ہر ایک طبقہ میں مسیحیت کا زبردست اور گہرا نشان یعنی صلیب پر موجود پاتا ہے اور وہ ہر جگہ دیکھتا ہے کہ دکھ جدوجہد اور قربانی کا اصول نئی پیدائش کے یومیہ عمل میں بھی ویسے ہی کارفرما ہے جیسے کہ جنس کے بتدریج کمال کو پہنچنے کے لئے ان کا ہونا شرط ہے۔ بلندیوں اورپستیوں میں، اندر، باہر جدھر نظر دوڑاؤ ہر جگہ صلیب موجود ہے۔

ہم مسیح کی موت میں فقط خدا کی بے حد محبت ہی کو نہیں دیکھتے بلکہ اُس کے بے حد رنج والم اوراُس کی رحمت کا بھی ملاحظہ کرتے ہیں۔ ایک سوتیسرے زبور میں یہ الفاظ مرقوم ہیں" جس طرح باپ بیٹوں پر ترس کرتا ہے "۔ اورایسی مقام میں ذیل کے الفاظ بھی درج ہیں "پورب پچھم سے جتنا دور ہے۔ اتنی دورتک اُس نے ہماری خطاؤں کو ہم سے دورکیا"۔ صلیب پر غم سے اورمحبت باہم مل کر بہتے ہیں یعنی خدا کا رنج والم اوراس کی کی محبت۔

مسیح کی الوہیت کی تعلیم جڑ میں کفارہ کی تمام مسیحی تعلیم موجود ہے ۔ اوّل الذکر کے متعلق ہمارے اعتقاد ہی سے آخر الزکر کے متعلق ہمارے ایمان کا اندازہ لگایا جاتا ہے ۔ محض انسان دوسرے انسان کے گناہ کی سزا نہیں اٹھاسکتا ۔ مسیح کی شخصیت کی بزرگی وشان کی عظیم حقیقت کے مقابلہ میں اُس کے فدیہ کفارہ ہونے کے متعلق تمام اعتراضات یک قلم ومعدوم ہوجاتے ہیں۔ ڈاکٹر گریشم میچن رقم طراز ہیں کہ " یہ بات بالکل صحیح ہے کہ موجودہ علمائے طبعیات کے تصور کا مسیح ہرگز دوسروں کے گناہوں کی سزا اٹھانے کے قابل نہیں ہوسکتا۔ لیکن اس میں اورجلال کے خداوند میں آسمان وزمین کا فرق ہی اگرموجودہ مخالفت کے مطابق قائم مقام قربانی کا خیال بالکل وفضول ہے تومسیحی تجربہ کے کیا معنی جو اس پرمبنی ہے؟ موجودہ آزاد خیال کلیسیا کے نزدیک تجربہ کی بہت قدرومنزلت ہے۔

پھر وہ حقیقی مسیحی تجربہ جو فقط اس ایمان کا نتیجہ ہے۔ جو کلوری کے پاس ملتا ہے کہاں سے میسر ہوگا؟ وہ اطمینان فقط اس وقت حاصل ہوتا ہے جب انسان یہ محسوس کرلیتا ہے کہ خدا سے میل پیدا کرنے میں اُس کی تمام کشمکش اورنجات حاصل کرنے سے پیشتر شریعت کے احکام کی تعمیل کرنے میں اس کی وسعی وکوشش بالکل بے کاروبے سود ٹھہرتی ہے اوریہ جان لیتا ہے کہ خداوند مسیح نے صلیب پر اس کے عوض جان دے کر اس دستاویز کے نقش کوجو اس کے برخلاف ثبت ہوچکی تھی مٹادیا۔ کون اس تسلی اور خوشی کے عمق کااندازہ لگاسکتا ہے جو اس مبارک علم سے حاصل ہوتی ہے !کیا کفارہ فقط ایک نظریہ ہی نظر یہ ہے یا انسان کے تصورات کی فریب خوردگی؟ یاکیا یہ واقعی ایک الہیٰ صداقت ہے؟"

جب پولوس رسول مسیح کےصلیبی دکھ کا بیان اس طورپر کرتا ہے جس کا ہم اُوپر ذکرکرچکے ہیں تو وہ ایسے بات کرتا ہے کہ گویا وہ آسمانی حقیقتوں کا بیان کررہاہے ۔ اورخدا کی تہ کی باتیں" کہتا ہے۔(۱کرنتھیوں ۲: ۱۰) یہ اسراراس قدرعمیق ہیں کہ انسانی فلسفہ اورحکمت کی اس تک رسائی نہیں۔ یہ اس قدربلند ہیں کہ انسان کا ادراک اوراس کی عقل اس تک پرواز نہیں کرسکتی۔ بحرالکاہل کے بعض حصے اس قدر گہرے ہیں کہ اعلیٰ سے اعلیٰ آلات بھی اس کی تہ تک پہنچنے میں قاصر رہ گئے۔ اجرام فلکی کے درمیان بعض ایسے ستارے اورسیارے ہیں جہاں زبردست ترین دوُربین کے ذریعہ بھی چشم انسانی کی رسائی ممکن نہیں۔ یعنی" ایسی چیزیں جو نہ آنکھوں نے دیکھیں نہ کانوں نہ سنیں نہ آدمی کے دل میں آئیں"۔

لیکن خدا نے انہیں اپنے روح کے وسیلہ سے بچوں پر ظاہر کرتا ہے اورحالانکہ ہم انہیں سمجھ نہیں سکتے توبھی ہم شکرگزاری اورخاکساری کی روح سے معمورہوکر خدا کے حضورسجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ صلیب پر ہمارے خداوند کی ذات کی دونو فطرتیں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوئیں۔ اس کی حقیقی انسانیت اوراُس کی ذاتی الوہیت باہم مخلوط نہ تھیں بلکہ دونوجدا جدا اور صریح طورپر موجود تھیں"۔ خدا نے مسیح میں ہوکر اپنے ساتھ دنیا کا میل ملاپ کرلیا"۔ اس قربانی کے ذریعہ سے مسیح فقط خدا کی مرضی کو ہی نہیں بجالا رہا تھا بلکہ خدا مسیح میں ہوکر انسان کا اپنے ساتھ میل ملاپ کررہا تھا یہ بہ الفاظ دیگر اپنا میل ملاپ

انسان سے کررہا تھا۔ مسیح کی موت خدا کے حکم کی تعمیل کے مطابق کسی بہادر کی موت نہ تھی بلکہ وہ دنیا کے گناہوں ے لئے خدا کے بیٹے کی موت تھی۔ انجیلی بیان کے بموجب مسیح نے اپنی زندگی کے اس موقع پر اپنا جلال صاف اوربین طورسے ظاہر کیا۔ ایسا جلال جوباپ کے اکلوتے کا جلال تھا اورجو فضل اور سچائی سے معمور تھا۔ کفارہ کامل الوہیت کا فعل ہے۔ کیونکہ باپ نے دنیا سے اس قدرمحبت کی کہ اپنے بیٹے کو بخش دیا۔ حدا بیٹے نے دوسروں کی خاطر اپنی جان فدیہ میں دی۔ اورخدا روح القدس نے مسیح کو اپنی حضوری اوراپنی قدرت سے معمورکردیا تاکہ وہ موت کی برداشت کرسکے اوراپنی مبارک قیامت کے ذریعہ سے اُس پر غالب آئے (رومیوں ۱: ۴)۔

نہ صرف بیت لحم میں بلکہ کلوری پربھی ہم فرشتوں کے ہم نواہوکر یہ گاسکتے ہیں۔ " خدا کو آسمان پر تعریف ۔ زمین پر سلامتی اورآدمیوں میں رضا مندی ہو"۔

فورستھ کہتا ہے۔ پس اسلئے ہم ذیل کی عبارت کے عمیق معانی کو سمجھنے کی کوشش کریں"۔ خدا مسیح میں ہوکر میل ملاپ کررہا تھا"۔ مسیح کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خود مسیح کی صورت میں موجود ہوکر وہ اپنے میل ملاپ کے کام کوانجام دے رہا تھا۔ یہ کام تینوں اقانیم باہم مل کر رہے تھے نہ فقط اقنوم ثانی یعنی بیٹا، قدیم علمائے علم الٰہیٰ کا خیال بالکل درست تھاکہ نجات کا فعل تینوں اقانیم کا فعل ہے یعنی باپ ، بیٹے اورروح القدس کا جب ہم تینوں اقانیم کے نام میں بپتسمہ کے ذریعہ سے کسی کو خدا کے ساتھ میل ملاپ کی ازسرنو زندگی میں داخل کرتے ہیں ہم اس کا اقرارکرتے ہیں۔

اگرہم اس رازکی تہ تک پہنچنا چاہتے ہیں توچاہیے کہ اس پر اورزیادہ غوروخوض کریں۔ چاہیے کہ یہ محض ہمارا عقیدہ ہی عقیدہ نہ رہے۔ بلکہ ایک تجربہ بن جائے۔ ہم نے جلال کے خداوند کوصلیب دی۔ ہم ہی اُس کے خون سے خریدے گئے۔

مقدس اینسلم کو رات کے وقت صلیب کے پاس دعا ومناجات کرتے ہوئے سنئیے" اے میرے محبوب! اے میرے مشفق مسیح ! تونے کیا کیا ہے کہ اس قدرتیری منت وسماجت کی جائے؟ ---- میں ہی وہ ضرب ہوں جو تجھ کو لگی اورجس نے تجھ دکھ پہنچایا۔ تیری موت کا سبب میں ہوں۔ میں ن ہی تجھے سخت ایذا پہنچانے کی کوشش کی"۔ پھروہ ہماری جانب رخ

کرکے وہ الفاظ کہتا ہے جن کی صدا اب تک ہمارے کانوں میں گونج رہی ہے" اس کی موت پر کامل بھروسہ کر کسی اور چیز پر توکل نہ کر۔ اس کی موت پر کامل اعتماد وتکیہ کر اُس کو اپنا مجاد مادا بنا اوراُسی میں سکونت کر" مقدس برنرڈ جیسے عالم شخص کو بھی سنئیے " اعلیٰ ترین فلسفہ اورمیری انتہائی حکمت یہ ہے کہ میں مسیح مصلوب کو جانوں کیونکہ کلوری عاشقوں کے وصال کا مقام ہے"۔ ذرا اُس دعا کی طرف بھی متوجہ ہوجئے جو مقدس فرانسیس سے منسوب ہے" اے میرے خداوند یسوع مسیح میں تجھ سے بمنت عرض کرتاہوں کہ مجھے میرے مرنے سے پیشتردوبرکتیں عنایت فرما۔ اوّل یہ کہ میں اپنے ایام زندگی میں اپنے جسم اوراپنی روح میں تیرے تلخ ترین رنج والم کا احساس کرسکوں۔دوم یہ کہ میں اپنے دل میں اس بے حد محبت کو پاؤں جس نے تجھے ابنِ خدا کو ترغیب دی کہ اس قدرتلخ مصیبت وعذاب کو ہم گنہگاروں کی خاطر برداشت کرے"۔

ہم جانتے ہیں کہ مسیح اورانبیاء محبانِ وطن اورشہیدوں کی موت میں بہت فرق ہے۔ مسیح کی موت کے متعلق پیشین گوئیاں کی گئیں وہ گناہ سے خلاصی بخشنے کےلئے تھی جو اس وقت ظہور میں آئی اُس کے ذریعہ سے موت اورقیامت پر فوق الفطرت فتح ہوئی ۔ لیکن اصل فرق اُس شخص کی ذات میں پایا جاتا ہے ۔ جس نے اپنی جان دی کیونکہ " وہ خدا کا بیٹا تھا"۔ اس میں کامل الوہیت موجود تھی کلام مجسم ہوا اورہماری خاطر مصلوب ہوا۔

کلوری کی صلیب پر دنیا کی سب سے عظیم الشان چیزیعنی محبت ظاہرہوتی ہے اوردنیا کا سب سے تاریک ترین رازیعنی گناہ اورخدا کی ذات وصفات کا سب سے اعلیٰ اظہار یعنی اُس کی قدسیت" اسی کو اُس نے ہمارے واسطے گناہ ٹھہرایا تاکہ ہم اُس میں ہوکر خدا کی راستبازی ہوجائیں" یہی اظہارکفارہ ہے۔

ڈاکٹر کالی چرن چیٹرجی جو اڑتالیس سال تک پنجاب میں مشہورومعروف مبشر کی حیثیت میں خدمت کرتے رہے اورجو کلیسیائے ہند میں بقدرشہزادہ گذرے ہیں۔ اُن کی سوانح عمری میں جوکچھ عرصہ ہوا شائع ہوئی ہم ان کی ذیل کی گواہی پڑھتے ہیں۔

" اکثر اوقات مجھ سے یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ میں کیوں ہندو دھرم کو ترک کرکے مسیح کا شاگرد ہوگیا۔ اس کا جواب یہ

ہے کہ مسیح کی پاک اور بے عیب زندگی کی کشش نے اُس کے خدا کی مرضی کے تابع ہونے اوراُس کے پرُمحبت اورشفقت آمیز اعمال نے مجھے خود بخود اپنی جانب کھینچ لیا۔ پہاڑی وعظ میں اس کی عجیب وغریب نصیحتوں نے اورگنہگاروں کے لئے اُس کی محبت نے مجھے اس کا گرویدہ بنالیا۔ میں اس کا بڑا مداح تھا اوراُس سے محبت کرتا تھا۔ رام، کرشن، اورکالی کے اوتارجن کی عزت کرنا مجھے بچپن سے سکھایا گیا تھا۔ محض زوراورطاقت کے اوتارتھے۔ وہ بہادرتھے جو ہماری مانند گنہگارتھے اورہمارے سے جذبات رکھتے تھے۔ فقط مسیح ہی مجھے پاک اورخدا کی مانند عزت وتعریف کے لائق معلوم ہوا۔ وہ تعلیم جس کی وجہ سے میں نے مسیحی مذہب اختیارکرنے کا فیصلہ کیا مسیح کی قائم مقام قربانی کی تعلیم اوراُس کی اذیت اورموت تھی میں نے اپنے گناہوں کا احساس کیا اورمسیح میں ایک ایسے شخص کو پایا جس نے میرے گناہوں کی خاطر اپنی جان دی اوروہ سزا جو میرا حق تھی اُس نے خود اٹھائی "۔ کیونکہ تم کو ایمان ہی کے وسیلہ سے فضل اورنجات ملی ہے اوریہ تمہاری طرف سے نہیں۔ خدا کی بخشش نہ اعمال کے سبب سے ہے تاکہ کوئی فخر نہ کرے۔" میرے دل میں یہ خیال سمایا گیا کہ مسیح نے اپنی جان دی اورایسا کرنے سے وہ قرض ادا کیا جو اورکوئی شخص ادا نہ کر سکتا تھا۔ یہ یقین میری مسیحی زندگی اورتجربہ کے ساتھ ترقی کرتا اور قوت پکڑتا گیا اوراب میری زندگی کا جزوبن گیا ہے۔ یہی مسیحیت اوردیگر مذاہب کے درمیان مابہ الامتیاز ہے۔ جس وقت میں مسیحی ہوا میں نے اس حقیقت کو محسوس کیا اوراب یہ میرے دل میں اوربھی زیادہ پختہ اورمحکم ہوگئی ہے"۔

گناہ کی خاطر فقط ایک نجات دہندہ کا قائم مقام ہوکر قربان ہوناہی مسیحیت اوردیگرمذاہب کے درمیان خط امتیاز نہیں بلکہ ایک ایسے نجات دہندہ کی موت، سب کچھ اس شخص کی ذات وصفات پر منحصر ہے جس نے قائم مقام ٹھہرکراس سزا کوکامل طورپر اٹھالیا۔ اینسلم گیارہویں صدی کی اس عالمانہ اور منقطیانہ رسالہ(کر ڈیوس ہومو) میں کہتا ہے" اُس الہیٰ شخص مسیح کی زندگی ایسی اعلیٰ افضل اوربیش بہا ہے کہ وہ ان گناہوں سے کہیں زیادہ وزن دارہے جواُس کو صلیب دینے کے جُرم سے اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ انسانی عقل واندازہ کے دائرہ سے بعید ہوگئے ہیں۔ میں تو دنیا کے تمام گذشتہ، حال مستقبل کے مکروہ

سے مکروہ گناہوں بلکہ اورگناہوں کا بھی جو انسان کی عقل وخیال میں آسکتے ہیں مرتکب ہونا کہیں زیادہ پسند کروں بہ نسبت اس کے جلال کے خدا کو صلیب دے کر اس ایک خوفناک گناہِ عظیم کےلئے مجرم ٹھہرایاجاؤں" اس کی تعلیم کے مطابق صرف الوہیت ہی اس قابل ہے کہ الوہیت کے تقاضا کو کامل طور سے پورا کرسکے۔ لیکن چونکہ انسان نے گناہ کیا ہے اس لئے انسان ہی کو انسان کے گناہ کی سزا اٹھانی ہے۔ لہذایہ واجب بجا اورپوری سزا صرف وہی اٹھاسکتا ہے جس میں الوہیت اورانسانیت دونوپائی جائیں۔ شائد کوئی کہے کہ یہ طرزاستدلال توازمنہ وسطیٰ کے علماء کا ہے لیکن آج کل بھی ہم نمازکی کتاب میں جو عام طورپر رائج ہے انہی حقائق کا عقائد کی صورت میں ملاحظہ کرتے ہیں بلکہ گلتیوں سے بھی اس عقید کا اظہارہوتا ہے۔

اوسط درجہ کی عقل کا شخص۔ اس قسم کے بیانات کو سن کر بڑا برہم ہوتا ہے لیکن فقط ان حقیقتوں پر غورکرنے ہی سے ہماری عبودیت کی روح کو تقویت پہنچتی ہے اورہم نماز وریاضت کے وقت ظاہرداری کے گناہ سے باز رہ سکتے ہیں ۔ عقیدوں اورمتبدیوں کے سوال جواب کی کتابوں کے معارف جب ہم پر خوب واضح ہوجاتے ہیں تو نہ صرف نہایت پرُلطف معلوم دیتے بلکہ ہمارے دل ودماغ کو فرحت بخشتے ہیں اورہماری عقل وقیاس میں بھی آجاتے ہیں۔ کتب مقدسہ کی " خدا کہ تہ کی باتوں" پر غورکرنا ازحد مشکل ہے بلکہ شروع میں بعض اوقات ان کا مطالعہ بے لطف سا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ موسیقی کے سُروں کے سیکھنے کے مترادف ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد عقائد کے سُرباہم مل کر ایک نہایت شیریں روحانی راگ بن جاتے ہیں اور وہ جو استقلال کے ساتھ برابر اس میں منہمک رہتا ہے۔ آخر کار خدا کی اس دولت وحکمت اورمتعلق مزید تجسس اورتفتیش میں کامیاب ہوتا ہے جو ازبس عمیق ہے۔

پس ہم پھر مقدس پولوس کے الفاظ کی جانب متوجہ ہوتے ہیں ۔ بلکہ اُن الفاظ کی طرف۔۔۔ جوخدا کی روح کی ہدایت سے لکھے گئے)یعنی انہوں نے جلال کے خداوند کو صلیب دی" خدا کی کلیسیا۔۔۔۔۔جسے اُس نے خاص اپنے خون سے مول لیا"۔

مسیح کی شخصیت میں دوفطرتیں موجودہیں اصلی وحقیقی الوہیت وانسانیت اُس کی ذات میں موجود ہیں لیکن یہ

دونوں فطرتیں باہمدگر مخلوط نہیں۔ خدا نے صلیب پر دکھ اٹھایا۔ لیکن اپنی الہیٰ فطرت وذات کے اعتبار سے نہیں بلکه انسان ہونے کی حیثیت میں مگرُو کہتا ہے که جب رسول فرماتا ہے که" یہودیوں نے جلال کے خداوند کو صلیب دی" (۱۔کرنتھیوں ۲: ۸) توہمیں جلال کے خداوند سے مسیح کی کامل ذات مراد لینی چاہیے ۔ جو جلال کا خداوند ہوتے ہوئے حقیقت میں صلیب پر مارا گیا۔ لیکن اس لحاظ سے نہیں جس کے اعتبار سے وہ جلال کا خداوند کہلاتا ہے۔ بعینه جب ابنِ آدم زمین پر ہوتے ہوئے یه دعویٰ کرتا ہے که ابنِ آدم اسی وقت آسمان پر بھی موجود تھا(یوحنا۳: ۱۳) توابنِ آدم سے مسیح کی کامل شخصیت مراد ہے جو مجسم ہوکر زمین پر موجود ہوتے ہوئے آسمان پر بھی جلوہ افروز تھا۔ لیکن اس اعتبار سے نہیں جسکی رو سے اُسے انسان کہا گیا ہے ۔

موت کا فتویٰ لگائے جانے سے پیشتر مسیح نے خود سردار کاہن کے سامنے اپنی اٹل انسانیت اورالوہیت کا جس قدر زبردست اقرارممکن تھاکیا۔ یه بیان تمام اجمالی اناجیل میں درج ہے(متی ۲۶: ۶۴، مرقس ۱۴: ۶۲۔ لوقا ۲۲: ۱۷)"مگریسوع چپکا ہی رہا۔ سردار کاہن نے کھڑے ہو کر اُس سے کہا توجواب نہیں دیتا؟۔۔۔ میں تجھے زندہ خدا کی قسم دیتا ہوں که اگر تو خدا کا بیٹا مسیح ہے توہم سے کہه دے یسوع نے اُس سے کہا تونے خود کہه دیا (مرقس کے بیان کے مطابق "میں ہوں")بلکه میں تم سے سچ کہتاہوں که اس کے بعد تم ابنِ آدم کو قادرِمطلق کی داہنی طرف بیٹھے اورآسمان کے بادلوں پرآتے دیکھوگے۔ اس پر سردار کاہن نے اپنے کپڑے پھاڑے که اُس نے کفر بکا ہے۔ اب ہمیں گواہوں کی کیا جاحت رہی؟ دیکھو تم نے ابھی یه کفر سنا ہے۔ وہ قتل کے لائق ہے۔اس پر انہوں نے اُس کے منه پر تھوکا"۔

مقدس پولوس فرماتا ہے که اُن میں سے کسی نے نه جانا" کیونکه اگر جانتے تو جلال کے خداوند کو صلیب نه دیتے"۔لیواعظم جوایك زبردست عالم الہٰیات گزرا ہے کہتا ہے که" ہمارے نجات دہنده کی ذات میں دوفطرتیں موجود تھیں۔ حالانکه دونوں کی خصوصیتیں جداگانه برابر قرار رہیں توبھی دونو کے جواہر میں ایسی عظیم یگانگی تھی که جس وقت سے کلام مجسم ہوکر کنواری کے بطن میں آیا ہم اُس کی الوہیت کا بغیر اُس کی انسانیت کے اوراس کی انسانیت کا بغیراس کی الوہیت کے ذکر

نہیں کرسکتے۔ دونو فطرتیں اپنی اصلیت کے اپنے مخصوص اعمال کے ذریعہ سے جداگانہ ظاہر کرتی ہیں۔ لیکن ایسا کرنے سے اپنا باہمی رشتہ وتعلق توڑتی نہیں۔ دونو ایک دوسرے کے تقاضوں کوکامل طور سے پورا کرتی ہیں۔ عظمت وبزرگی کے ساتھ کامل ادنیٰ پن موجود ہےاورادنیٰ پن کے ساتھ ہی کامل عظمت وبزرگی موجود ہے۔ یگانگی بے ترتیبی پر منتج نہیں۔ نہ موزونیت نفاق پیدا کرتی ہے ایک چیز قابلِ ذکر ہے۔

دوسری ناقابلِ گزراور جلال کا حقدار ہے اُسی کے حصہ میں حقارت ورسوائی بھی ہے جو توانائی وطاقت کا مالک ہے اُس کے حصہ میں کمزوری بھی ہے یہی شخص لائق وقابل اورموت پر غالب آنے والا ہے۔ خدا نے کامل انسان کی صورت اختیار کی اور خود انسان کی ذات میں ایسا مل گیا اوراس کو اپنی شفقت وزورمیں ایسا ملالیا کہ دونو ذاتیں ایک دوسرے میں آگئیں۔ لیکن دونو نے باہم مل جانے کے باوجود بھی اپنی خاصتیوں کو برقراررکھا۔

پس مسیح کی صلیبی موت میں انسانی اذیت وبے حرمتی الوہیت کے باعث الہیٰ مصیبت میں تبدیل ہوگئی ۔ کیونکہ الوہیت انسانی روح اورجسم کے ساتھ ذاتی احساس کی یگانگی کے سبب ایک ہوگئی۔ چونکہ مصیبت اٹھانے والا شخص لا محدود ہے ۔ اس لئے مصیبت بھی لا محدود ہے۔ خدا کے بیٹے نے مجھ سے محبت رکھی اوراپنے آپ کومیرے عوض فدیہ میں دے دیا۔ خدا نے کلیسیا کو اپنے خون سے خرید لیا۔

خداوندا تھکاماندہ ہوں میں جب
مجھے تکلیف دہ ہوں تیرے احکام
زباں بارگراں سے جب ہوشا کی
دکھا ہاتھ اپنے تب اے نیک فرخام
دکھادے ہاتھ خون آلودہ اپنے
جڑے تھے کاٹھ پر جوا ے نکونام

کبھی جوپاؤں میرے لڑکھڑائیں
کروں آگے کو جانے سے میں انکار
اگرہو آبلہ پائے سے دہشت
ہومیری راہ سنسان اورپُرخار
تواپنے پاؤں وہ مجھ کو دکھادے
کہ جن میں کیلوں کے اب تک ہیں آثار

خداوندا نہیں یہ مجھ میں جرات

دکھاؤں اپنے دست وپا کی حالت

(بشپ بیڈلی صاحب کی نظم کا ترجمہ)

باب نہم

"اس نے اپنے ہاتھ انہیں دکھائے"

(یوحنا ۲۰: ۱۹تا ۲۹)

فلپیوں کے خط میں مقدس پولوس مسیح کے ساتھ اپنی رفاقت اور دوستی پیدا کرنے میں تین منازل کا ذکر کرتا ہے۔ اوّل مسیح کا علم جو دوست ودشمن سے نہایت تکلیف دہ ذرائع سے اُسے حاصل ہوا۔ دوم اس نے دمشق کو جاتے ہوئے راہ میں خود مسیح کو دیکھا اور" اُس کے زندہ ہونے کی قدرت" تجربہ کیا۔ کیونکہ زندگی اُس کےلئے مسیح تھی۔ آخر کا وہ مسیح کی مصیبت میں شریک ہونے کا ذکر کرتا ہے اوراُس کواپنی دوستی کی آخری منزل کہتا ہے۔ یعنی مسیح کے ساتھ قربان ہونے کی زندگی میں شریک ہونا اورمسیح کے صلیبی دکھ کے پیالہ کو اوروں کی خاطر پینا بلکہ اُن کی خاطر موت تک گوارا کرنا۔

مسیح کے عاشق کے نزدیک صلیب کا عکس ایک ہمہ گیر عکس ہے جو زمانوں اوردنیا کے ممالک پر حاوی ہے حتیٰ کہ روزِ محشر تک پہنچتا ہے۔ "تمہاری سلامتی ہو اوریہ کہہ کر اُس نے اپنے ہاتھ اورپسلی اُنہیں دکھائی"۔ مسیح نے اپنے شاگردوں کو جیت لینے کےلئے زخموں کے داغوں کو مطلقاً نہ چھپایا۔ اُس کے جلالی بدن پر اُس کے ایذا اٹھانے کے نشان موجود ہیں۔ وہ اس کی شناخت کے ثبوت ہیں۔ اُس کے غالب آنے کا اعلان کرتے ہیں اوراُس کے شاہانہ اختیار اوراسکی نجات بخش قدرت کی علامت ہیں" پس شاگرد خداوند کو دیکھ کر خوش ہوئے یسوع نے پھر اُن سے کہا کہ تمہاری سلامتی ہو۔ جس طرح باپ نے مجھے بھیجا ہے اسی طرح میں بھی تمہیں بھیجتا ہوں"۔

تھورولاڈسن نے جو ملک ہالینڈ کا ایک مشہور سنگ تراش گذرا ہے اس نظارہ کو سنگ مرمرمیں تراشا ہے۔ کوپنہیگن کے ایک گرجہ گھر میں اُس کا تراشا ہوا زندہ مسیح کا بُت کھڑا ہے۔وہ اپنے ہاتھ پھیلائے اپنے شاگردوں کو صلح وسلامتی کے

پیغام کی اشاعت کیلئے روانہ کررہا ہے ۔ گرجا کے دونو جانب بارہ شاگردوں کے چھ بُت کھڑے ہیں۔ یہودا اسکریوتی کی جگہ پولوس لئے ہوئے ہے یہ نظارہ دل ودماغ پرایک عجیب کیفیت پیدا کرتا ہے ۔ مسیح صلیب پر نہیں بلکہ تخت نشین ہونے کو تیار ہے لیکن زخموں کے داغ لئے ہوئے ہے۔ مصوّر کی کاریگری مسیح کے لبوں سے اس دوگونہ پیغام کی بھی مظہر ہے کہ جس کا ذکر انجیل یوحنا میں آیا ہے یعنی تمہاری ہو اورجس طرح باپ نے مجھے بھیجا ہے اسی طرح میں بھی تمہیں بھیجتا ہوں "۔ صلیب نہ فقط کفارہ کی مظہر ہے بلکہ وہ ایک نہایت اعلیٰ نمونہ بھی پیش کرتی ہے وہ ہماری "روح کے لئے اطمینان اورسلامتی کا پیغام ہے اورہمیں اجتہاد کی دعوت دیتی ہے۔ وہ گنہگار کے لئے ایک خاص مقصد کے علاوہ ایک پیغام بھی رکھتی ہے۔ وہ جنہوں نے ایک مرتبہ مسیح کے داغوں میں صلیب کا نظارہ دیکھ لیا ہے اُن میں ضرورتبدیلی واقع ہوتی ہے"۔ مسیح سب کے واسطے موا کہ جوجیتے ہیں وہ آگے کو اپنے لئے نہ جئیں بلکہ اُس کے لئے جو اُن کے واسطے موا اورپھر جی اٹھا"۔ ہم کو اُسی کے خون کے وسیلہ سے سلامتی حاصل ہوتی ہے اوراُس کے نمونہ سے رسالت ۔

یہ نہایت عجیب بات ہے کہ مسیح نے اپنے جی اٹھنے کے بعد اپنے داغ اپنے شاگردوں کودکھائے۔ انہوں نے عماؤس میں سے روٹی توڑتے وقت پہچان لیا۔ حالانکہ وہ اس کی شکل وشبہات اوراُس کی طرزِگفتگو سے اُسے نہ پہچان سکے۔ اُس نے اپنے داغ دکھاکر اپنے دس شاگردوں کو اپنی شناخت کرائی اوراپنے دوبارہ زندہ ہونے کا قائل کیا اُس کے داغوں کی وجہ ہی سے ایک ہفتہ کے بعد توما اپنی کم اعتقادی کا قائل ہوکر بول اٹھا"۔ اے میرے خداوند اے میرا خدا"اس کے ہاتھ اوراس کی پسلی کے داغ ہی خدا کے ساتھ ہمارے میل ملاپ کی مہر اورنشان ہیں اورہمیں خدمت کرنے اورقربان ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔

ہئین نامی ایک جرمن شاعر قدیم دنیا کے دیوتاؤں کو اپنے ضیات کے کمرے میں دنیا کو تسخیر اورفتح کئے ہوئے تخت نشین تصورکرتا ہے ۔اُن کے سامنے ایک مفلس وغریب دہقان صلیب کے بوجھ سے دباہوا داخل ہوتا ہے اورصلیب کومیز پر دے مارتا ہے۔ شہوت اورجفا کے دیوتامایوس ہو کر فوراً مرجاتے ہیں۔ قدیم دنیا کے دیوتا موجودہ دنیا کی باطل اور فانی خوبیاں ہیں۔ جب مسیح کی صلیب کا عکس کسی شخص کی زندگی

پر پڑتا ہے تو اسی وقت وہ پرانی باطل اورفانی خوبیاں معدوم ہوجاتی ہیں اوراُن کے عوض ایک عجیب نئی زندگی معرضِ وجود میں آتی ہے جو غیرفانی خوبیوں پر مبنی ہوتی ہے۔

انجیلی بیانات سے معلوم ہوتاہے کہ ہمارے مولا نے اپنی زبانِ مبارک سے دنیا کے متعلق چارفرمان دئیے۔ مقدس متی دنیا کی تمام اقوام کو شاگرد بنانے کا سبب بتاتاہے"۔ آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا ہے۔ پس تم جاکر ۔۔۔۔۔۔" مقدس مرقس کی جگہ کے متعلق ہمارے خداوند کے یہ الفاظ لکھتاہے" تم دنیا میں جاکر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو"۔ مقدس لوقا اس خدمت کی ترتیب پر زوردیتے ہوئے مسیح کے الفاظ دوہراتاہے"۔ اوریروشلیم سے شروع کرکے ساری قوموں میں توبہ اورگناہوں کی معافی اُس کے نام سے کی جائیگی"۔ مقدس یوحنا سب سے اہم تریں بات پر زوردیتا ہے اوراس روح کو ظاہر کرتاہے جو اس خدمت میں ہماری ہدایت کرتی اورہم پر حکومت اوراختیاررکھتی ہے" جس طرح باپ نے مجھے بھیجا ہے۔ اُسی طرح میں تمہیں بھیجتاہوں"۔نوکر اپنے مالک سے بڑا نہیں ہوتا۔ ہمیں اُس کا ہم خدمت ہونا اوراُسی اختیار کے ماتحت رہنا ہے۔ ہمارا پیغام بھی وہی ہے اوراسی قسم کی تکلیف ومصیبت ہمیں بھی برداشت کرنی ہے۔ یوحنا نہایت سادہ الفاظ میں بعد تامل یہ کہتاہے۔" اس نے ہمارے واسطے اپنی جان دی اورہم پر بھی بھائیوں کے واسطے جان دینی فرض ہے"۔

صلیب خدمت کےلئے ایک زبردست محرک ہے۔ سیدنا مسیح کو اپنے مشن کی خاطر شہیدا پیدا کرنے کےلئے فقط اپنے داغ دکھانے کی ضرورت ہے" جب وہ جنہوں نے اُسے چھیدا ہے اُس پر نظرکرینگے"۔ توخدا ہر ایک پر قربانی کی روح نازل کریگا۔ اورہر ایک اُس سے پوچھیگا کہ تیرے ہاتھوں پرکیا زخم ہیں تو وہ جواب دیگا یہ وہ زخم ہیں جو مجھے اپنے دوستوں کے گھر سے لگے (زکریا ۱۲: ۱۳، ۱۶)۔ جب مسیح دمشق کی راہ میں ساؤل پر ظاہر ہوا تو ضروراس نے بھی آسمانی نورکی روشنی میں میخوں کے نشان اُس کے ہاتھوں میں اوربھالے کے نشان اُ سکی پسلی میں دیکھے ہونگے۔تومجھے کیوں ستاتا ہے؟ " مسیح ہوں جسے تو ستاتاہے۔۔۔" میں اُسے جتادونگا کہ اُسے میرے نام کی خاطر کس قدردکھ اٹھانا پڑے گا"۔

یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ مقدس پولوس اپنی رسولی خدمت اورمسیح کے دکھ اٹھانے کا بیان کرتے ہوئے ایک عجیب لفظ کا استعمال کرتا ہے۔ یہ لفظ اس مقام کے علاوہ ایک مرتبہ اوراستعمال ہوا ہے۔ یہ ایک یونانی لفظ ہے جس کے معنی لوقا کی انجیل میں " ناداری کیا گیا ہے اورکلسیوں کے خط میں " کمی" مقدس لوقا کی انجیل میں ہم اُس بیوہ کا حال پڑھتے ہیں جس نے اپناناداری کی حالت میں جتنی پونجی اُس کے پاس تھی خزانے میں ڈال دی۔ پولوس رسول بھی اسی یونانی لفظ کا استعمال کرتا ہے جس کے معنی اُس خط میں" کمی کئے گئے ہیں"۔ اب میں اُن دکھوں کے سبب سے خوش ہوں" جو تمہاری خاطر اٹھاتا ہوں اور مسیح کی مصیبتوں کی کمی اُس کے بدن یعنی کلیسیا کی خاطر اپنے جسم میں پوری کئے دیتا ہوں"کلوری کی ناداری یا کمی!

اہل یہود کے نزدیک دکھ اٹھانا ایک ایسا مسئلہ تھا جس کا حل کرنا مشکل تھا۔ لیکن مسیحی کے لئے یہ ایک خاص منصب بن گیا جس میں وہ اپنے مولا کا حصہ دار ہوسکتا ہے۔ شاؤل یہودی نے دکھ اٹھانے کے مسئلہ کو ایوب اوراس کے تین دوستوں کی روح سے حل کرنا چاہا اور وہ لایخل ثابت ہوا۔ لیکن پولوس مسیحی نے مسیح کے داغ دیکھے اوراس نے محسوس کرلیا کہ یہوداہ کا صادق بندہ ہمارے گناہوں کے لئے گھائل کیا گیا اورہماری ہی بدکاریوں کے باعث کچلا گیا۔ لہذا وہ فرماتا ہے " اس لئے مسیح کی خاطر کمزوریوں میں بے عزیتوں میں ۔ احتیاجوں میں ،ستائے جانے میں اورتنگیوں میں خوش ہوں"۔

زندہ مسیح کا جلال یہ ہے کہ ہم اُس کے داغوں کو پہچان لیں اورتوما کے ساتھ مل کر میخوں کے نشانوں میں اپنی انگلیاں ڈالیں اورکہیں" بس کافی ہے اب تو اپنے غلام کو اپنے کلام کے موافق سلامتی سے رخصت دیتا ہے کیونکہ میری آنکھوں نے تیری نجات دیکھ لی ہے" اے میرے خداوند اے میرے خدا! پُر جلال مقدسین کیلئے اس سے بڑھ کر اورکیا خوشی ومسرت ہوسکتی ہےاوراس تجربہ سے بہتر تجربہ اورکونسا ہوسکتا ہے کہ مسیح کے داغوں کو دیکھیں اوراس کے حضور سربسجود ہوں۔ مریم مگدلینی کوبھی مسیح کے سر پر تیل ملتے وقت یہ نصیب نہ ہوا کہ اُس کے داغوں کو چومے، فلک پر ملائک آرزومند ہیں کہ انکو دیکھیں لیکن جب وہ اس نجات بخش محبت کا ملاحظہ کرتے ہیں تو اپنے چہروں کو چھپالیتے ہیں۔

" اُس نے اپنے ہاتھ۔۔۔اُنہیں دکھائے"" کیا اُس نے اپنے ہاتھ کبھی آپ کو بھی دکھائے! اسیسی کے مقدس فرانسیس نے مسیح کے داغوں پر غور کرتے وقت اس قدروقت صرف کیا کہ آخر کاراُس کے بدن پر نجات دہندہ کے نشان ظاہر ہوگئے۔ لیکن مسیح کے داغوں سے کہیں زیادہ مسیح کی صلیب برداری کے ثبوت اُس کی روزانہ زندگی میں نمایاں تھے۔

جب اسیسی کے برنرڈ نے مقدس فرانسیس کی پیروی کرنے کی خواہش ظاہر کی تو یہ فیصلہ ہوا کہ وہ بشپ صاحب کے مکان پر جائیں۔ اوروہاں ماس[1] میں شامل ہوں۔ پھر مقدس فرانسیس نے کہا" بعد ازنماز ہم دعا میں مشغول رہینگے اورخدا کی منت کرینگے کہ تین مرتبہ نماز کی کتاب کھولنے کے ذریعہ سے وہ اپنی مرضی ہم پر ظاہر کرے اورہمیں بتائے کہ ہم کونسا راہ اختیارکریں" پہلی مرتبہ کتاب کھولنے پر وہ الفاظ نکلے جو ہمارے مولا نے اُس نوجوان کو جو اُس سے کاملیت کا درس لینے آیا تھا فرمائے یعنی" اگر تو کامل ہونا چاہتا ہے توجا اپنا مال واسباب بیچ کر غریبوں کو دے۔۔۔۔ اورآ کر میرے پیچھے ہولے"(متی ۲۱:۱۹) دوسری مرتبہ کتاب کھولنے پر وہ الفاظ نکلے جو مسیح نے اپنے شاگردوں کو منادی کیلئے روانہ کرتے وقت فرمائے یعنی" راہ کیلئے کچھ نہ لینا نہ لاٹھی نہ جھولی نہ روپیہ نہ دودو کُرتے رکھنا" (لوقا ۹: ۳)تیسری مرتبہ مرقس ۸: ۳۴آیت نکلی" اگر کوئی میرے پیچھے آنا چاہے تو اپنی خودی سے انکار کرے اوراپنی صلیب اٹھائے اورمیرے پیچھے ہولے" پھر مقدس فرانسیس برنرڈ سے مخاطب ہوکر کہنے لگا"مسیح کی صلاح کوسنو اوراس پر عمل کرو۔ ہمارے مولا سیدنا مسیح کا نام مبارک ہو۔ جس نے اپنی مرضی ہم پر ظاہر کی کہ ہم اس کی مقدس انجیل کے مطابق زندگی بسرکریں"۔

بعد ازاں اُس نے اورساتھ کے باقی درویشوں نے انتہائی درویشانہ زندگی بسر کرنی شروع کی اورایک ویران جذام خانہ میں سکونت اختیارکی ،بیماروں ، مفلسوں اوربیکسوں کی امداد کرتے اوروسیع پیمانہ پر انجیل جلیل کی بشارت کا کام کرتے تھے اوریہ حلقہ روزبروز بڑھتا گیا حتیٰ کہ اس میں ملحد اوراہل اسلام بھی شامل ہونے لگے۔ مصر میں سلطان کامل کے روبرو فرانسیس نے اپنے ایمان کی خاطر مصیبت برداشت کرنے کیلئے مستعد اوررضا

---

[1] رومن کیتھولک فرقہ کی صبح کی نماز۔

مند ہونے کا ثبوت دیا۔ دینوی فکروں سے بے نیاز، خدمت میں خوش، اُس کا حلم ، اُس کی فروتنی اوراُس کا بچوں کا سا ایمان ۔ مناظر قدرت کیلئے اُس کا شوق ، عامتہ الناس کیلئے اس کی بے حد محبت ، یہی اس کے داغ تھے یعنی اُس کے جسم پر مسیح کے زخموں کے نشان ۔

ایک مرتبہ ایک مسلم صوفی سے میری ملاقات ہوئی ۔وہ اہلِ تصوف میں سے تھا اورنہایت مفلسانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ جب میں داخل ہوا تو وہ تسبیح پڑھ رہا تھا جس کے ننانوے دانوں سے اللہ کے ننانوے خوبصورت نام مُراد ہیں جب ہم ان ننانوے ناموں کے خواص اورایک طالبِ خدا کے نزدیک ان ناموں کے مطالب پر گفتگو کررہے تھے اوریہ کہہ رہے تھے کہ الغزالی اوردیگر صوفیائے کرام نے تعلیم دی ہے کہ ہمیں حق تعالیٰ کی صفات پر خوب غورکرنا چاہیے تاکہ ہم اُس کی رحمت وشفقت ومہربانی کی نقل کرسکیں ۔ تواُس نے میری طرف متوجہ ہوکر کہا" یہ ضرورنہیں کہ ہم خدا کے ناموں کو یاد کرنے کیلئے تسبیح کریں کیونکہ وہ تو ہمارے ہاتھوں پر کندہ ہیں" پھر اس نے اپنے ہاتھ پھیلا کر اپنی ہتھیلیاں مجھے دکھائیں ۔ جن میں عربی اعداد ۱۸ اور۸۱ بائیں اوردائیں ہاتھوں میں خوب گہرے کھدے ہوئے ہیں اورجن کا مجموعہ ننانوے ہے۔ اُس نے کہا" یہی وجہ ہے کہ ہم دعا والتجا کرتے وقت اپنے ہاتھ پھیلا کر خدا کو اُس کی پرُشفقت صفات یادلاتے ہیں اوراُس سے اس کے فضل کی التماس کرتے ہیں"۔

میں نے مسیح کے داغوں کے متعلق اُس سے گفتگو کی اوراُسے بتایاکہ اُس نے ہمارے گناہوں کوصلیب پر اٹھالیا" میں تجھے نہ بھولونگا۔۔۔ دیکھ میں نے تیری تصویر اپنی ہتھیلیوں پر کھودی ہوئی ہے"۔

اُنہوں نے اس کے ہاتھ اورپاؤں کو چھیدا۔ وہ داغ اُس کے جلالی بدن پر اب تک موجود ہیں اورانہیں جو اُس کےنام سے کہلاتے ہیں اُس کی شاگردی اختیارکرنے کی دعوت دیتے۔ اُن کی رسالت کےلئے کسوٹی کا کام دیتے ہیں۔ مسیح کا پیرو ہونا کوئی آسان کام نہیں۔ اُسکے مطالبات نہایت سخت ہیں جب تک کوئی سب کچھ ترک نہ کردے وہ اس کا شاگرد نہیں ہوسکتا۔ تاج بغیر صلیب کے حاصل کرنا غیرممکن ہے۔

مسیح نے اپنے آپ کو حقیقی دیوار زیتون یا بلوط کا درخت نہیں کہا بلکہ حقیقی انگور کی بیل کہا ہے۔ فقط یہی ایک بیل ہے جو کھنبے سے باندھی جاتی اوردوسروں کی خاطر باغبان کی مقراض کا تختہ مشق بنارہتا ہے۔ ہر ایک شاخ تراشی جاتی ہے اورجہاں شگاف زیادہ گہرے آتے ہیں وہیں پھل زیادہ لگنے کی اُمید بھی زیادہ ہوتی ہے۔

ہم مسیح کی شراکت میں شریک ہونے کےلئے بلائے گئے ہیں۔ لیکن یہ شراکت تکلیف ومصیبت کی شراکت ہے۔ روزِاوّل ہی سے لے کر یہ زمین ظلمت اورنور کی طاقتوں کی آخری زورآزمائی کےلئے ایک میدان مقررہوچکی ہے۔

مسیح کی شراکت ہی اصل رسولی تسلسل ہے۔ شہیدوں کا خون ہرایک ملک اور زمانہ میں کلیسیا کی بیج رہا ہے۔پولوس رسول فرماتا ہے "آگے کو کوئی مجھے تکلیف نہ دے کیونکہ میں اپنے جسم پر مسیح کے داغ لئے پھرتاہوں"۔

ڈیوڈ لونگسٹن ، ہنری مارٹن، میری سلیسر ، جیمس گلمور اورکیتھ فاکز کی سوانح عمریاں میخوں کے داغ لئے ہوئے ہیں۔ ہماری تجاویز کا ملیا ملٹ ہونا۔ ہماری امیدوں کا ناامیدی میں تبدیل ہوجانا ہمارے تصورات کا معدوم ہوجانا ہمارے فیصلوں کا تکلیف دہ ثابت ہونا۔ ہماری خوشیوں کا رنج والم بن جانا اورباغ گتسمنی میں ہمارا جانکنی کی حالت میں رہنا یہ سب اگرمسیح کی صلیب اٹھانا نہیں تواورکیا ہیں؟ دعا کا جواب نہ پانے پر صبرکرنا۔ پوشیدگی میں خود انکاری کرنا۔ پیشوائی میں تنہا رہنا یہ سب تنبیہ ہیں اور انکا حصہ ہیں۔ جو حقیقی فرزند ہیں اور حرمزادے نہیں۔ ہم ہر وقت اپنے بدن میں مسیح کی موت لئے پھرتے ہیں ۔ خدا کے خادموں کی طرح ہر بات سے اپنی خوبی ظاہر کرتےہیں ۔ بڑے صبر سے مصیبتوں سے ، احتیاجوں سے ، تنگیوں سے کوڑے کھانے سے قید سے ، ہنگاموں سے محنتوں سے بیداریوں سے اورفاقوں سے"۔

آسمان کے بارہ درہیں اوروہ جن کے نام شہر مقدس کی بنیاد پر کنندہ ہیں سب کے سب اپنے مالک کے داغ لئے ہوئے ہیں۔ ہرایک دارایک گوہر ہے۔ یعنی گوہر قربانی ۔

کشمیر کے ایک مشنری نے اُس بدن کیلئے جو سراپا خدا کے آگے نذرکیا جاچکا ہے ایک دعا لکھی ہے ۔ کیا یہ ہماری دعا نہیں ہوسکتی؟" اے مالک! ہم اپنا گوشت، اپنی ہڈیاں، اپنے

اعضو اپنا بند تیری خدمت کےلئے پیش کرتے ہیں ۔ ہمیں اسے اپنے جلال کےلئے استعمال کرناسکھا۔ ہماری ہدایت کر کہ ہم اسے ایک کل کی طرح درُست رکھ سکیں جوبطورایک امانت کسی خاص مقصد کےلئے ہمارے سپردکی گئی ہے۔ ہمیں سکھاکہ ہم اسے بلاپس وپیش، سختی اور استقلال کے ساتھ استعمال کریں لیکن بجا طورپر نہیں اورجب یہ رفتہ رفتہ فرسودہ ہوجائے تو یہ بخش کہ ہم اس یقین سے خوش ہوں کہ یہ تیرے لئے صرف ہورہا ہے "۔ آمین۔

" مسیح ہمارا پیشتر وموت پر غالب آکر ازلیت کے دروازے کھولتا ہے جو ہمارے لئے بند تھے اورہماری روح کو اُن کے اندرداخل ہونے دیتا ہے۔ اس حکیم ازلی نے صلیب اورگور کی راہ سے گذرکر اورسچائی اورحق کی فضا میں داخل ہوکر ہمیں یہ راستہ دکھایا۔ یہ رازبتایا اورقدرت اوراختیارکا وہ لفظ ہمیں سکھایا کہ جس کےمنہ سے نکلتے ہی عالمِ روحانیت کے دروازے ہم پریک دم کھل جاتے ہیں۔

اگرجہان کے نورنے گورکی ظلمت کو نورمیں تبدیل نہ کردیا ہوتا اوراُس گھنونے پن کو جو جسم کی نزاکت اورقبر کی سختی کے باہمی میل سے پیدا ہوتا ہے۔ پاکیزگی میں نہ بدل دیا ہوتا تو واقعی اُس نے ہمارے لئے کچھ بھی نہ کیا ہوتا آؤ وہ جگہ دیکھو جہاں کامل محبت رکھی گئی تھی !(اقتباس ازپاتھ اوف ایٹرنل وزڈم"(ازلی حکمت کی راہ)من تصنیف جان کورڈیلئر)۔

باب دہم

"اُس کے جی اٹھنے کی قدرت"

یوجین برننڈ کی ایک نادر کتاب ہے جو" ہولی سٹیرڈے" کے نام سے کہلاتی ہے۔ اس میں مسیح کے گیارہ شاگرد دکھائے ہیں جو اہلِ یہود کے خوف سے دروازے بند کئے بیٹھے ہیں۔ نہ اُن کے بشروں سے بشاشت کا نور چمک رہا ہے اور نہ خوشی کا تبسم اُن کے چہروں پر نظر آرہا ہے۔ یہ اُن کی زندگی کی تاریک تریں شام ہے۔ یسوع قبر میں مدفون ہے اور اُن کی امیدیں بھی اُس کے ساتھ ہی مدفون ہیں وہ کہہ رہے ہیں " ہم کو امید تھی کہ اسرائیل کو مخلصی یہی دیگا۔ لیکن اب ہمارا یقین جاتا رہا ۔ ہم نے گلیل میں جھیل کے قریب اُس کے جلال ، اور اس کی قدرت کو دیکھا۔ گلگتا میں ہم نے اُس کا دردناک چلانا سنا اور اپنی آنکھوں سے اُس کی جانکنی بھی دیکھی۔ پھر ارمتیہ کا یوسف اُس کی لاش لے گیا اور ہم نے اُسے دفن کیا بلاشک یسوع مرگیا"!

پطرس اپنے سر کو اپنے ہاتھوں پر جھکائے بیٹھا ہے اور یوحنا جس کے چہرے سے مختلف تبسم کے جذبات کا اظہار ہورہا ہے اُسے تسلی دینے کی بے سود کوشش کررہا ہے۔ لیکن جانتا نہیں کہ کس طرح تسلی وتشفی کرے اُن میں سے ہر ایک مستقبل کے خیال سے نااُمید ہے۔ مایوس پست ہمت۔ پریشان حال ۔ سراسیمہ وحیران ہورہا ہے۔ ہرایک کے چہرے سے اُن کی مشترکہ تکلیف اور اُن کے رنج کا اثر عیاں ہے۔ یسوع مرگیا ہے"۔ ہم کو امید تھی کہ اسرائیل کو مخلصی یہی دے گا"۔

خدا کا شکر ہو کہ انجیلی بیان مسیح کی موت پر ختم نہیں ہوجاتا وہ اُس کی فتح کی آواز" پورا ہوا" پھر بھی ختم نہیں ہوتا اور نہ ہی رسولی پیغام کا یہاں خاتمہ ہوتا ہے۔ مسیح کی موت کے بعد اُس کی قیامت ہوئی" مسیح جسم کے اعتبار سے داؤد کی نسل سے پیدا ہوا۔ لیکن مردوں میں سے جی اٹھنے کی قدرت کے ساتھ خدا کا بیٹا ٹھہرا"۔ مسیح ہمارے گناہوں کے لئے مرا ۔ اور تیسرے دن کتاب مقدس کے بموجب زندہ کیا گیا"۔ مذکورہ بالا الفاظ مقدس پولوس کے بیان کا خلاصہ ہے۔ مسیح کے زندہ ہونے کے متعلق پولوس کے ایمان کی بنیاد اوّل پیشین گوئیاں اور وعدے تھے جو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مسیح جی اٹھیگا۔ دوم زندہ نجات دہندہ کا باربار اپنے آپ کو مختلف طریق سے ظاہر کرنا۔ کیونکہ واقعی وہ

زندہ ہوگیا تھا۔ پولوس اپنے بیانات میں مسیح کے ظہوروں کو ترتیب وارلیتا ہے۔ اوردمشق کی راہ میں مسیح کے اپنے اوپر ظاہر ہونے کو اپنا گواہ قراردیتا ہے اورنتیجہ نکالتا ہے"۔ اگر مسیح نہیں جی اٹھا تو تمہارا ایمان بے فائدہ ہے تم ابتک اپنے گناہوں میں گرفتار ہو۔ بلکہ جومسیح میں سوگئے ہیں وہ بھی ہلاک ہوئے اگر ہم صرف اسی زندگی میں اُمید رکھتے ہیں توسارے آدمیوں سے زیادہ بدنصیب ہیں"۔

ہڈنی ڈوبل تمام ثبوتوں اوربالخصوص اُس ثبوت کی اہمیت کو چشم بصیرت سے دیکھ کر یوں لکھتا ہے " پولوس رسول کا مسیح کے زندہ ہونے کی حقیقت کو اپنی بشارت کا بنیادی اُصول قراردینے کی انتہائی فکر ہی ایک عظیم الشان ثبوت ہے۔ جس کے باعث پولوس رسول کا اپنا دماغ بھی ایک ثبوت بن جاتا ہے۔ اس کی گواہی سوگواہیوں کی ایک گواہی ہے اوریہی حال دوسرے رسولوں کا بھی ہے۔ اُن کی پہلی بے اعتقادی کے مقابلہ میں اُن کا موجودہ یقین واعتقاد اوران کا قیامت کو ایک اعلیٰ وافضل حقیقت تصورکرنا ہی نامعلوم تاریخی حقیقتوں کا ایک زبردست وبین ثبوت ہے"۔

مسیح کے زندہ ہونے کے انجیلی بیان سے متعلق ایک نہایت عجیب بات یہ ہے کہ اُن چشم دید گواہوں کے تمام بیانات میں ہمارے مولا کے پیروؤں کے شکوک کا ذکر نہایت زور سے کیا جاتا ہے۔ وہ خود ایک وہمی وشکی حالت کے زیر اثر تھے اس لئے دوسروں کی گواہی کو فوراً قبول کرنے کے لئے تیارنہ رہے تھے۔ عورتوں نے " کسی سے کچھ نہ کہا" " کیونکہ ڈرتی تھیں (مرقس ۱۶: ۸) جب مریم مگدلینی نے انہیں بتایا کہ اُس نے مسیح کو دیکھا توانہوں نے " یقین نہ کیا" (مرقس ۱۶: ۱۱) جب انہوں نے اُسے گلیل میں پہاڑ پر دیکھا تو بعض نے اُسے سجدہ کیا لیکن" بعض نے شک کیا" (متی ۲۸: ۱۷) توما رسول ایک ہفتہ تک شک کرنے کے بعد قائل ہوا۔

لہذا مسیح کے زندہ ہونے کے متعلق رسولوں کا ایمان کچھ اندھا ایمان نہ تھا بلکہ اس کی بنیاد چشم دید واقعات اورناقابلِ تردید شہادت پر قائم تھی۔ اس نے اپنی مصلوبیت کے بعد" بہت سے ثبوتوں سے اپنے آپ کو اُن پر زندہ ظاہر بھی کیا۔ چنانچہ وہ چالیس دن تک انہیں نظرآتا رہا ۔۔۔۔" اوران کی تعداد جنہوں نے اُسے زندہ دیکھا پانچ سو اوپر تھی(اعمال ۱: ۳۔

۱کرنتھیوں ۱۵: ۶) مسیح کے صعود اورپنتیکوست کے روزِعظیم کے بعد رسولی جماعت کے کسی شریک کے دل میں اُس کے متعلق ذرہ بھر بھی شک باقی نہ رہا۔ مسیح کے تاابدزندہ ہونے سے وہ بھی سب کے سب تبدیل ہوگئے ۔ اُس کا زندہ ہونا اُن کی زندہ امید تھی اورنہ فقط اُن کے پیغام بشارت میں بلکہ اُنکے روزانہ تجربہ میں بھی موجب تحریک ۔ مقدس پطرس فرماتا ہے کہ " اس کو خدا نے تیسرے دن جلایا اورظاہر بھی کردیا۔ نہ کہ ساری اُمت پر۔ بلکہ ان گواہوں پر جوآگے سے خدا کے چنے ہوئے تھے۔ یعنی ہم پر جنہوں نے اُس کے مردوں میں سے جی اٹھنے کے بعد اُس کے ساتھ کھایا پیا"(اعمال ۱۰: ۴۰) پولوس رسول فرماتا ہے" وہ کمزوری کے سبب سے صلیب دیا گیا لیکن خدا کی قدرت کے سبب سے زندہ ہے"(۲کرنتھیوں ۱۳: ۴) یوحنا کہتا ہے " یسوع مسیح ۔۔۔جو سچا گواہ اورمردوں میں سے جی اٹھنے والوں میں سے پہوٹھا" ہے۔ ہاں وہ ابدتک زندہ رہیگا۔ موت کا اب اس پر کوئی اختیار نہیں کیونکہ اُس نے موت کو نیست ونابود کردیا اوراپنے دوبارہ جی اٹھنے سے زندگی اوربقا کی تعلیم دی اوریہی وہ قدرت ہے جس سے مسیح میں نئی زندگی ملتی ہے وہ ہر ایک ایماندار کےلئے جلال کی امید اورگناہ پر فتح پانے کا بھید ہے۔ایماندار مسیح کے ساتھ صلیب دیا جاتا۔ اس کے ساتھ مرتا اوردفن ہوتا ہے لیکن پھر اس میں ہوکراوراُس کے باعث زندہ ہوجاتا ہے۔

صبح قیامت ایک نئی روشنی یعنی بقا کا نورصفحہ عالم پر پھیلاتی ہے۔ چنانچہ ہرایک چیزاور ہرایک انسان میں اس زندہ امید یعنی قبر پر خدا کی قدرت اور فتحیابی کےظہور کے باعث ایک تبدیلی واقع ہوتی ہے جو شخص مسیح میں قائم ہوتا ہے وہ نیا مخلوق بن جاتا ہے۔ پرانی چیزیں جاتی رہتی ہیں اورسب کچھ صبحِ قیامت کی روشنی میں نیاہوجاتا ہے۔

جب لوگ زندہ مسیح کی حضوری کو محسوس کرلیتے ہیں تو زندگی کی قدروقیمت کا ایک نیامعیار قائم ہوجاتا ہے۔ ڈیوڈ لونگسٹن کہتا ہے" اب سے لے کر میں اپنی کسی چیز پر اگرکوئی قیمت لگاؤنگا تو اُس نسبت سے جو مسیح کی بادشاہت کے مقرر معیار کے مطابق اُسے حاصل ہے" مقدس یوحنا کی انجیل میں لکھا ہے کہ" جس جگہ اُسے صلیب دی گئی وہ ایک باغ تھا اوراُس باغ میں ایک نئی قبر تھی"۔ وہ باغ ابتک ہمارا انتظارکررہا ہے۔ روح

کے تمام پھل وہاں پکتے ہیں۔ اُس کے زندہ ہونے کی قدرت انسان
کو تمام دنیوی تکلیفات اورضروریات کا مقابلہ کرنیکے قابل بناتی
ہے۔ کیونکہ اُس کے بندوں کو یہ یقین ہوتا ہے کہ مسیح سب کچھ
جانتا اورانہیں پیارکرتا ہے اوراُن کی احتیاجوں کو رفع کرسکتا ہے۔
حضرت انسان کا دل دوباتوں کا خواہشمند ہوتا ہے۔ یعنی گناہ
سے نجات پانے کا اورابدی زندگی حاصل کرنے کا اگر مختلف
مذاہب کا باہمی مقابلہ کیا جائے توایک نہایت عجیب بات
معلوم ہوگی کہ موت کے بعد زندہ رہنے کی عالمگیر امیدوار
اورانواع واقسام کی قربانیوں اورزندوں کے ذریعہ سے دیوتاؤں اور
خداؤں کو راضی رکھنے کی عالمگیری سعی وکوشش قریب قریب
ہرمذہب میں پائی جاتی ہے۔ مسیح میں ان ہر دوکی تکمیل
ہوتی ہے ۔اگرچہ وحشی اقوام کے درمیان آئندہ زندگی کے متعلق
جوخیالات رائج ہیں وہ نہایت خام ہیں توبھی وہ موجودضرورہیں
اوراُن کے معتقدات میں اُنہیں خاص مرتبہ اور فوقیت حاصل
ہے۔ اوہام پرستی کے نام ہی سے مادی دنیا پر روح کی فضیلت
ظاہر ہوتی ہے نہ فقط وحشی اقوام کے مذاہب ہی بلکہ بُت
پرستوں اورمشرکوں کے تمام مذاہب بھی بقائے دوام کی تعلیم
دیتے ہیں اورفطرتاً اُن کی طبیعت میں ابدیت اورغیر فانیت کے
عقیدہ کی بہت قدروقیمت پائی جاتی ہے۔

لوگ محض موجودہ انسانی زندگی کی ذاتی خامیوں اوراُس
کے غیرمکمل ہونے کی وجہ سے غیرفانیت اوربقا پر ایمان رکھتے
ہیں کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا کہ بسااوقات قوائے انسانی میں
ضعف آنے کے بعد بھی ہمارے جذبات محبت کے پرزور
مطالبات کے باعثِ اخلاق واطوارترقی کرتے ہیں۔ محبت موت
سے قوی تر ہے۔ ہمارے اندرکائنات کی اس آواز کی صدائے
بازگشت پیداہوتی ہے اورروحیں خود بخود اپنے ابدی مسکن کے
واحد راستہ پر بے اختیارکھچی چلی جاتی ہیں۔ تمام اشیاء خدا کے
دل کی طرف رجوع کرتی ہیں جو اُن کا مبدا اورمنبع اوران کی انتہا
بھی ہے۔ لوئی پاسیٹور کہتا ہے " وہ جو اس لامحدود کی ہستی کا
اعلان کرتا ہے اور کوئی نہیں جو ایسا نہ کرے وہ اس اعلان میں
جملہ مذاہب کی تمام معجزانہ باتوں سے کہیں زیادہ اعجاز
شریک کرتا ہے۔ کیونکہ لامحدود ہستی کا تصوراس دوگونہ
خصلت کا اظہارکرتا یعنی یہ کہ وہ اپنے آپ کو زبردستی ہم پرظاہر
بھی کرتی ہے اورساتھ ہی ہمارے فہم وادراک سے کہیں بالاتر

بھی ہے لیکن جب ہمیں اس کا ادراک حاصل ہوتا ہے توہم سرتسلیم ختم کرنیکے سوا اورکوئی چارہ نہیں پاتے۔ میں ہر جگہ دنیا میں اس لا محدود ہستی کا ناگزیز اظہار دیکھتا ہوں اسی کے باعث ہر شخص کے دل کی تہ میں اعجاز کا تصور موجود ہوتا ہے" سائنس لامحدود فضا، لامحددو زمانہ ،لامحدود اعداد، لامحدود زندگی اورلامحدود حرکت کا ذکر کرتی ہے" اُس نے ابدیت کو بھی اُن کے دل میں جاگزیں کیا" (واعظ ۳: ۱۱)۔

موت زندگی کی خواہش سے زیادہ عام نہیں۔ انسانی روح زندگی بلکہ کثرت کے ساتھ زندگی کی خواہشمند ہے ۔ ایسی زندگی جومسیح نے اپنی جلالی قیامت اوراپنے صعود کے ذریعہ سے ظاہر کی۔

یہ حقیقت ایٹروریہ (اٹلی کے وسط میں ایک ملک ہے) کے قدیم باشندوں کے معتقدات ،قدیم مصریوں کی مرُدوں کی کتاب (جو فی الحقیقت کتابِ حیات تھی)منو کے دھرم شاستر کی آخری کتاب جومسئلہ تناسخ اورآخری مبارک بادی سے متعلق ہے۔ اہلِ اسلام کی مشہورومعروف کتابیں جو موت اورسزا وجزا سے بھی متعلق ہیں حتیٰ کہ نروان کے متعلق بدھ مذہب کے عالموں کے خیالات سے بھی آشکارہ ہوتی ہیں۔

ابدی زندگی کےلئے اقوامِ عالم کی خواہش اورفقط مسیح ہی میں پوری ہوتی ہے اس لئے کہ وہ اپنی موت اوراپنی قیامت کے ذریعہ سے زندگی اوربقا کودنیا میں لایا۔ اُس نے ہمیں ایک نادر پیغام دیا۔ ہاں ایسا پیغام جو بنی نوع انسان کے مرض خصوصی یعنی گناہ اوراُس کے عواقب یعنی رنج والم کے عین حسبِ حال ہے۔

ہرملک وقوم کے حقیقی طالبانِ حق ایک نادیدنی دنیا کو دیکھتے ہیں ۔ خاموش آوازیں سنتے اورغیر محسوس حقیقتوں کو اپنے قبضہ میں لانا چاہتے ہیں ۔ اس لئے وہ اس مسیحی پیغام کی طرف کبھی راغب نہیں ہوں گے جو آئندہ جہان کے حالات سے متعلق نہ ہو۔ مسیح نے لعزر کی قبر کے پاس قیامت کی خوشخبری دی" قیامت اورزندگی تو میں ہوں جو مجھ پر ایمان لاتا ہے گووہ مرجائے توبھی زندہ رہے گا اور جو کوئی زندہ ہے اورمجھ پر ایمان لاتا ہے وہ ابد تک کبھی نہیں مرے گا"۔

یہی پولوس کی منادی کی جان تھی۔ وہ مسیح اوراس کے زندہ ہونے کی منادی کرتا تھا۔ اورکسی اورخوشخبری سے واقف نہ تھا۔ " اب اے بھائیومیں تمہیں وہی خوشخبری جتائے دیتاہوں جو پہلے دے چکا ہوں جسے تم نے قبول بھی کرلیا تھا۔ اورجس پر قائم بھی ہو۔ اسی کے وسیلے سے تم کو نجات بھی ملتی ہے۔ بشرطیکہ وہ خوشخبری جومیں نے تمہیں دی تھی یادرکھتے ہو۔ ورنہ تمہارا ایمان لانا بے فائدہ ہوا۔ چنانچہ میں نے سب سے پہلے تم کو وہی بات پہنچادی جو مجھے پہنچی تھی کہ مسیح کتابِ مقدس کے بموجب ہمارے گناہوں کے لئے موا۔ اور دفن ہوا اور تیسرے دن کتابِ مقدس کے بموجب جی اٹھا۔۔ اوراگر مسیح نہیں جی اٹھا تو ہماری منادی بھی بے فائدہ اورتمہارا ایمان بھی بے فائدہ۔ بلکہ ہم خدا کے جھوٹے گواہ ٹھہرے۔کیونکہ ہم نے خدا کی بابت یہ گواہی دی کہ اس نے مسیح کو جلادیا۔ حالانکہ نہیں جلایا۔ اگر بالفرض مُردے نہیں جی اٹھتے" (۱کرنتھیوں ۱۵: ۱، ۴، ۱۴، ۱۵) مسیح موت پر غالب آیا۔ وہ قبر کے خوف کو دُورکرتا ہے۔ اُس نے انجیل میں زندگی اوربقا کا درس ہمیں دیا۔ اگر فقط اسی زندگی ہی میں مسیح ہماری اُمید ہے توہمارا پیغام اورہم خود بھی نہایت بدنصیب ہیں۔ لیکن نہیں ہم تو موت اورگناہ پر غالب آنے والے اورجلال کے ابدی بادشاہ کے سفیر اورایلچی ہیں۔ ہماری انجیل فقط اسی زندگی سے متعلق نہیں بلکہ اس کا تعلق ابدیت سے ہے اور اسی لئے اُس کی قدروقیمت بھی بے اندازہ ہے ہماری تمام مسیحی تعلیم گاہیں۔ ہمارا کل نظم ومنق۔ ہماری مسیحی تدابیر اورتجاویز سب کے سب حصول انجام کے ذرائع ہیں یہ درحقیقت مدارج ومنازل ہیں جو ہمیں اُس گھر تک پہنچاتے ہیں جو ہاتھوں سے نہیں بنایا گیا بلکہ جوآسمان پر غیر فانی مقام اورجائے دوام ہے۔

معاشری خدمت بھی اپنا زوراوردرجہ رکھتی ہے کیونکہ مسیح شکستہ دلوں کو شفا دینے اور قیدیوں کو رہائی بخشنے آیا۔ گوہم انجیل کے اخلاقی اصولوں اوران کے زبردست مطالبات کو ہرگز نظر انداز نہیں کرسکتے لیکن مُردوں میں سے جی اٹھنے کی خوشخبری سے بڑھ کر اور کوئی پیغام دلکش اور دلفریب نہیں ہوسکتا۔

بولشوکوں کے خیال کے مطابق انجیل مفلسوں اوربے کسوں کےلئے کوئی خواب اورشئے نہیں جو دولت مند اورمتمول

اشخاص اُنہیں جبراً پلادیتے ہیں۔ بلکہ انجیل اس حقیقت کا اعلان کرتی ہے جو چیزیں ہم دیکھتے ہیں وہ فانی ہیں۔اوران دیکھی اشیا غیر فانی ہیں۔ اب اس انصاف سے خالی دنیا میں شائد ہمیں مسیح کے دکھوں کی شراکت میں شریک ہونا پڑے۔ لیکن اُس پر ایمان لانے کے سبب ہم مُردوں میں سے جی اٹھنے کی نوبت تک پہنچ جاتے ہیں۔ " وہ اپنی اس قوت کی تاثیر کے موافق جس سے سب چیزیں اپنے تابع کرسکتا ہے۔ ہماری پست حالی کے بدن کی شکل بدل کر اپنے جلال کے بدن کی صورت پر بنائے گا" (فلپیوں۲: ۲۱)۔

وہ غیر فانی خوبیاں جواُن میں چھپی ہوتی ہیں جو مسیح کی موت اوراُس کی قیامت پر ایمان لاتے ہیں رسولوں، کلیسیا کے مقدسوں اورشہیدوں کی خوشی اوراُن کی روح کی فرحت کا باعث تھیں۔ اس لئے کہ وہ دنیا کو حقیر وناچیز جانتے تھے۔ انہوں نے دنیا کو مسیح کے لئے جیت لیا اور ہر ایک ملک میں ایک روحانی بادشاہت کی بنا ڈالی کیوں کہ وہ آسمانی حکومت کا حقِ رعیت رکھتے تھے۔ انہوں نے ہر ایک شہر میں کلیسیا کی بنیاد رکھی کیونکہ وہ خود پر دیسی اورمسافر تھے اوراس پائیدار شہر کی تلاش میں تھے"۔ جس کا معمار اوربنانے والا خدا ہے"۔

مسیحی الہٰیات میں اگر کسی صداقت پر ان دنوں نسبتاً زیادہ زوردینے کی ضرورت ہے تو وہ قیامتِ مسیح کا عقیدہ ہے۔ اگرہم زندہ مسیح اورابدی زندگی کے اس پیغام کو غیر مسیحی دنیا میں پہنچادیں توہم سمجھیں گے کہ ہم نے فی الحقیقت اپنی الہٰیات کی روح کو پالیا ہے اوراب صحیح معنوں میں راہ ترقی پر گامزن ہیں۔ڈاکٹر ڈیسمن فرماتے ہیں کہ قریباً گذشتہ تیس سال سے سیدنا مسیح کی موت اوراُن کی قیامت کی بشارت مختلف مسیحی اقوام کی الہٰیات میں ایک دلچسپ مبحث بنی رہی اور میں اُسے مذہبی تحقیقات میں ایک نہایت مفید اوراہم قدم تصور کرتاہوں۔ آج کل ہمیں موت اورقیامت کی تعلیم پر ازحد زوردینا چاہیے ۔ اوراس کا اعلان کرنا کلیسیا کا فرض اولین ہونا چاہیے۔ ہم پر فرض ہے کہ ہم اپنی توجہ کو اس حقیقت پر مرکوز کریں کہ خدا کی بادشاہت قریب ہے اورکہ خدا عدالت ونجات کے ذریعہ اپنی کامل حکومت کے ساتھ آنے والا ہے اورہمیں

اپنے آپ کو روحانی طور سے اُس کی آمد کےلئے تیار کرنا چاہیے کیونکہ " خداوند آرہا ہے"۔

دراصل یہی ہمارا مشنری پیغام ہے یعنی ایک ایسے شخص کی زندہ جاوید بشارت دینا جو اس دنیا میں آیا۔ صلیب دیا گیا۔ مُردوں میں سے جی اٹھا۔ آسمان پر چڑھ گیا اور وہاں سے پھر آنے والا ہے۔ بیت لحم، کلوری خالی قبر بلکہ اُن بادلوں سے بھی جنہوں نے اُسے چھپالیا۔ غیر فانیت اور بقا کا نور درخشاں ہے۔ ہم اس عظیم الشان بیضوی شکل کے رقبہ کو جو دنیا کےلئے ہمارے پیغام وایمان پر محیط ہے۔ جس قدر چاہیں وسیع تصور کرسکتے ہیں ۔ لیکن مسیح کی موت اور قیامت اور انسان کے ازلی وابدی انجام سے اس کا تعلق ہمیشہ یہی اس کے دومرکزی نقطے رہیں گے اور یہی قیامت کی خوشخبری ہے۔

١

اُس نے یہ کچھ کیا ہمارے لئے
کیا اُسے سجدہ بھی کرینگے نہ ہم
وہ ہے تیار کرنے کو یہ کچھ
پست ہمت کا دم بھرینگے نہ ہم
آؤ اُس کے حضور سجدہ میں
کریں حاصل سرور سجدہ میں
اپنی تکلیفوں کا گراں تر بار
اُس کے قدموں پہ کیا دھرینگے نہ ہم

اوراِ آنکھوں سے ہماری کاوش

شکر کا اُس کے نور روشن ہو

خوش ہوں تائب ہوں اور بہ اطمینان

تکیہ اس پر دلی ہمہ تن ہو

اور ہم اپنی زندگی بھر

بلکہ بعد اس کے جب یہ ہو آخر

حمد کے گیت گانے میں ہر وقت

نہ تھکاوٹ ہو اور نہ الجھن ہو

زندگی موت رنجم وغم میں بھی

گنہ کی حالت الم میں بھی

ہاں میرے واسطے وہ کافی ہے

ہے ہمیشہ ہر ایک دم میں بھی

یہی اوّل ہے کیونکہ آخر ہے

یہی آخر اوراولیں تر ہے

اول ہست ہے مسیح بھی

ہے یہی آخر عدم میں بھی